عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت ۱۰ روپے

جلد:۳۵ | یکم تا ۷ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق یکم تا ۷ دسمبر ۲۰۱۶ء | شمارہ:۴۵

صحافت ذہنی قیادت کا درجہ رکھتی ہے

محمد ﷺ خاتم الانبیاء

امانت اور خیانت

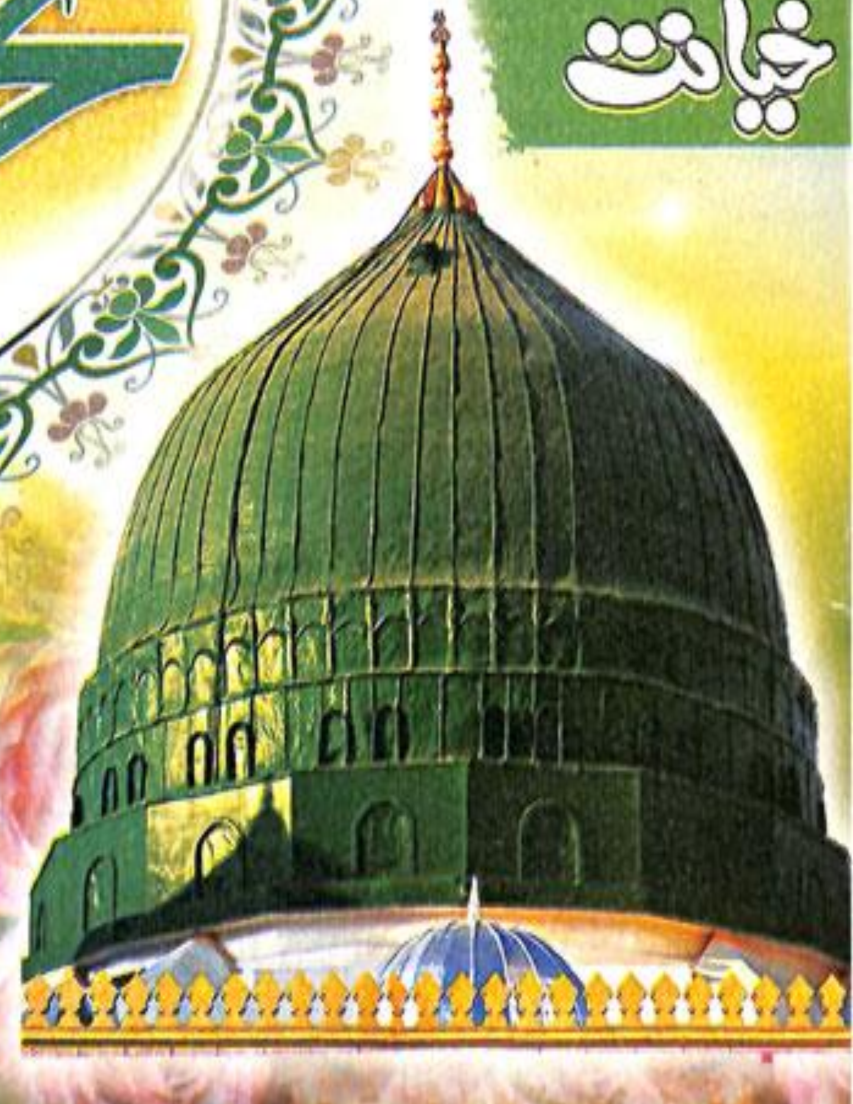

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مکمل حفاظت کے باوجود چوری ہونے پر تاوان نہیں

س:...... میں بھاڑے پر رکشہ چلاتا تھا اور وہ پچھلے دنوں چوری ہوگیا، میرے اور رکشہ کے مالک کے درمیان یہ معاہدہ طے ہوا تھا کہ روزانہ ۳۵۰ روپے بھاڑا دوں گا، اس کے علاوہ رکشہ میں جو کام ہوگا، اس میں ۱۰۰ روپے میں دوں گا۔ مالک سے یہ بات طے نہیں ہوئی تھی کہ رکشہ چوری ہونے کی صورت میں ہم پر کچھ آئے اور رکشہ چوری، ایکسیڈنٹ یا چھن جائے، اس صورت میں کوئی معاہدہ طے نہیں ہوا تھا کہ میں وہ پیسے بھروں؟ جبکہ میں اس کی مکمل حفاظت کرتا تھا اور اس میں کسی قسم کی غفلت نہیں کی۔

ج:...... بصورتِ مسئولہ اگر رکشہ کی چوری ہونے میں سائل (ڈرائیور) کی کوئی لاپرواہی اور غفلت شامل نہ تھی اور مکمل حفاظت کرنے کے باوجود چوری ہوگیا ہے تو ایسی صورت میں شرعاً سائل پر مالک رکشہ کو تاوان (نقصان) دینا لازم نہیں، البتہ اگر اخلاقاً بطور تعاون کچھ تھوڑا بہت ان کو دیدیں تو مناسب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دودھ شریک بھانجی سے نکاح

س:...... میں نے اپنی سگی نانی اماں کا دودھ پیا ہے، چھوٹی خالہ کے ساتھ جس کی عمر اس وقت تقریباً دو سال تھی اور میری ایک سال، میری والدہ کے کہنے کے مطابق میں نے نانی اماں کا دودھ پیا ہے، اب میری عمر ۱۹ سال کے لگ بھگ ہے، اب میں قرآن وسنت کی روشنی میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس خالہ کے علاوہ (جس کے ساتھ دودھ پیا ہے) دوسری خالاؤں کے گھر سے میری شادی ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟

ج:...... آپ کا نکاح کسی بھی خالہ کی بیٹی سے نہیں ہوسکتا، کیونکہ آپ نانی کا دودھ پینے سے اپنی تمام خالاؤں کے رضاعی اور دودھ شریک بھائی بن گئے اور ان کی بیٹیاں آپ کی دودھ شریک بھانجیاں بن گئیں اور جس طرح حقیقی بھانجیوں سے نکاح حرام ہے، اسی طرح دودھ شریک بھانجیوں سے بھی نکاح حرام ہے۔

س:...... میری بہنوں کے رشتے اس خالہ کے علاوہ دوسری خالاؤں کے ہاں ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

ج:...... آپ کے دوسرے تمام بہن بھائیوں کا آپ کی تمام خالاؤں کے بچوں سے نکاح جائز ہے۔

س:...... مولانا صاحب میری بہن کے پندرہ سال سے حالات خراب تھے، اب شکر ہے انہوں نے کرائے کا گھر، کرائے کی دکان کی ہے، معلوم یہ کرنا تھا ان کی بچی کی شادی ہے کیا بیٹی کی شادی کے لئے زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

ج:...... اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہے، تو بھائی بہن کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

س:...... قصر نمازوں کی قضا کیسے پڑھی جائے گی، جو ہم نماز پڑھتے ہیں وہ پڑھیں گے؟ یا قصر کی قضا پڑھیں گے؟

ج:...... جو نمازیں سفر میں قضا ہوئی ہیں وہ قصر قضا کی جائیں گی۔

س:...... پچاس ہزار پر کتنی زکوٰۃ دیتے ہیں؟ ایک سال پورا ہونے پر زکوٰۃ دیتے ہیں یا جمع ہوجانے پر؟

ج:...... پچاس ہزار کی رقم پر جب سال پورا ہوجائے تو اس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ہے، اور پچاس ہزار روپے پر بارہ سو پچاس روپے زکوٰۃ دینا ہوگی۔

س:...... قرض کے طور پر ہم نے ڈیڑھ لاکھ دے رکھا ہے، پانچ سال ہوگئے ہیں، وہ لوگ دیتے نہیں ہیں کیا اس پر زکوٰۃ فرض ہے؟

ج:...... اس کی زکوٰۃ بھی آپ کو دینا ہوگی، چاہے ابھی ہر سال دیتے رہیں یا ملنے کے بعد گزشتہ تمام سالوں کی ادا کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆......☆☆

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۵ یکم تا ۷ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق یکم تا ۷ دسمبر ۲۰۱۶ء شمارہ: ۴۵

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

گوہر شاہی فتنہ بازوں کی جعل سازی کی کوشش	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ...	۷	ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
امانت وخیانت	۱۱	مفتی تنظیم عالم قاسمی
تکبر اور انسان	۱۵	مفتی محمد نعیم مدظلہ
صحافت ذہنی قیادت کا رتبہ رکھتی ہے	۱۹	مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
معتمد اور غیر معتمد تفاسیر	۲۱	مولانا فضل محمد مدظلہ
نفاذ اسلام کی جدوجہد اور اسلامی نظریاتی کونسل	۲۳	مولانا زاہد الراشدی
مولانا محمد یوسف رحمانی کا سانحہ ارتحال	۲۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مرزا قادیانی کا تعارف وکردار (۱۴)	۲۶	حافظ عبیداللہ

زر تعاون

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنا

حدیث قدسی ۱۱:... حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی جان پر بہت زیادتی کی تھی، یعنی بڑا گناہگار تھا، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: جب میں مر جاؤں تو تم مجھ کو جلا دینا اور پیس ڈالنا پھر میری نصف راکھ کو دریا میں ڈال دینا اور نصف کو ہوا میں اڑا دینا، خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قابو پالیا اور قدرت حاصل کر لی تو مجھ کو ایسا عذاب کرے گا جو اپنی مخلوق میں سے اس نے کسی پر بھی نہ کیا ہوگا۔ اس شخص کے مرنے کے بعد اس کے متعلقین نے ایسا ہی کیا اور اس کی وصیت پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو جنہوں نے اس کے جسم سے کچھ حاصل کیا تھا حکم دیا کہ اس کے بدن اور جسم کے تمام ذرات حاضر کرو، چنانچہ وہ بندہ حضرت حق کے روبرو حاضر ہوگیا، ارشاد ہوا: اس حرکت پر تجھ کو کس شے نے آمادہ کیا تھا؟ اس نے عرض کیا: الٰہی! تو جانتا ہے، تیرے خوف نے مجھ کو اس کارروائی پر مجبور کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش کر دی۔ (بخاری، مسلم)

مطلب یہ ہے کہ گناہوں کی وجہ سے خوف کا غلبہ ہوا، دل میں خیال آیا کہ اپنے اجزاء کو منتشر کر دوں تاکہ اجزاء کے جمع کرنے میں دشواری ہو اور جب اجزاء جسم کے جمع نہ ہوسکیں گے تو دوبارہ زندہ نہ ہوں گا، خدا کے عذاب سے بچ جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ، پانی، ہوا کو حکم دیا کہ اس بندے کے جو اجزاء تمہارے پاس ہیں وہ حاضر کرو، دوبارہ زندہ کر کے سوال کیا۔ اگرچہ اس کی حرکت تو بہت ہی نازیبا اور نامناسب تھی، لیکن چونکہ خدا کے خوف اور ڈر سے یہ حرکت ہوئی تھی اس لئے مغفرت کر دی گئی۔

حدیث قدسی ۱۲:... اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: پرہیزگاری اور تقویٰ سے بڑھ کر کوئی چیز ایسی نہیں جس کے ذریعہ مجھ سے قریب ہونے والے میرا قرب حاصل کریں۔ (ابن حبان)

یعنی یوں تو ہر نیک عمل کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل ہوسکتا ہے، مگر تقویٰ اس معاملہ میں سب سے بہتر ہے۔

وضو سے متعلق مزید مسائل

س:..... کیا وضو کرتے ہوئے سر کا مسح ٹوپی، پگڑی اور دوپٹہ کے اوپر سے بھی ہو جائے گا؟

ج:..... نہیں! سر کا مسح کرنے کے لئے ٹوپی، پگڑی اور دوپٹہ کو ہٹا کر سر پر ہی مسح کرنا پڑے گا۔

س:..... جن لوگوں کے ہاتھ، پیر موسم یا کسی بیماری کی وجہ سے پھٹ جاتے ہیں، ان کے لئے وضو اور غسل سے متعلق کیا حکم ہے؟

ج:..... اگر ان پھٹی ہوئی جگہوں پر پانی پہنچانا یعنی ان کو دھونا ان جگہوں کے لئے نقصان دہ ہو تو دھونے کے بجائے ان جگہوں پر مسح کیا جاسکتا ہے، اگر مسح کرنا بھی نقصان دہ ہو یعنی مرض کے بڑھ جانے یا دیر سے صحیح ہونے کا اندیشہ ہو تو مسح بھی چھوڑا جاسکتا ہے۔

س:..... نماز کے علاوہ اور کن کن عبادات کی ادائیگی کے لئے وضو ضروری ہے؟

ج:..... تمام نمازوں کی ادائیگی کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے ہی، اس کے علاوہ بیت اللہ کا طواف بھی بغیر وضو نہیں کیا جاسکتا۔ اگر بے وضو کیا جاچکا ہو تو اس کا باوضو ہو کر دوبارہ کرنا ضروری ہے۔ نیز قرآن مجید کے نسخے کو چاہے اس پر غلاف چڑھا ہوا ہو یا چڑھا ہوا نہ ہو، بغیر وضو چھوا نہیں جاسکتا، بنے ہوئے جزدان میں بند (پیک Pack) ہو تو اس جزدان سمیت بے وضو چھوا بھی جاسکتا ہے، پکڑا بھی جاسکتا ہے اور اٹھایا بھی جاسکتا ہے۔

س:..... بے وضو مرد و عورت کو شریعت نے کن کن عبادات سے منع کیا ہے؟

ج:..... بے وضو مرد و عورت نماز نہیں پڑھ سکتے، طواف نہیں کر سکتے، قرآن مقدس کو چھو بھی نہیں سکتے، البتہ قرآن کی تلاوت قرآن کو چھوئے بغیر کر سکتے ہیں۔

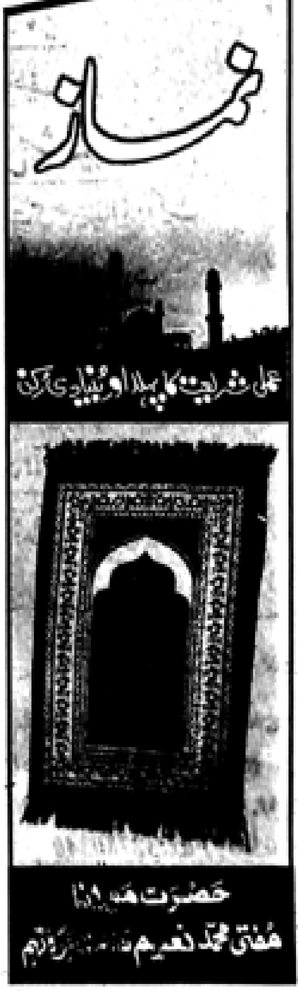

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

گوہر شاہی فتنہ بازوں کی جعل سازی کی کوشش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ

ہمارا ملک پاکستان بنا تو تھا اسلام کے نام پر، لیکن ہو یہ رہا ہے کہ اس ملک سے اسلام کی ایک ایک علامت کو کھرچ کھرچ کر عملاً مٹانے یا اسے دھندلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ مدارس، اہلِ مدارس، مساجد اور دینی مراکز کو تو آئے دن نئے سے نئے قوانین میں جکڑنے کی کوشش کی جارہی ہے، لیکن دینِ اسلام سے بغاوت کرنے والوں، مرتدوں اور زندیقوں کی درپردہ سرپرستی اور انہیں پروان چڑھانے کی راہیں ہموار کی جارہی ہیں۔ انہیں باغیانِ اسلام میں سے ایک نام گوہر شاہی کا بھی ہے، جسے عدالت نے توہینِ رسالت، توہینِ قرآن اور شعائرِ اسلام کی توہین کے ارتکاب پر مجرم قرار دے کر سزائیں سنائیں، اب ایک بار پھر اس کی جماعت ''انجمن سرفروشانِ اسلام'' کی رجسٹریشن بحال کرانے کی کوشش کی جارہی ہے اور لگتا ہے کہ درپردہ کچھ افسران ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اگر ان کی رجسٹریشن بحال کی گئی یا انہیں دوبارہ مسلم معاشرہ میں کام کی اجازت دی گئی تو امت مسلمہ اسے کبھی برداشت نہیں کرے گی اور اس سے جو حالات خراب ہوں گے یا امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہوگا، اس کی تمام تر ذمہ داری ان افسران پر ہوگی جو ان باغیوں کے لئے راستہ تلاش کررہے ہیں۔ مزید تفصیل روزنامہ امت کی اس رپورٹ میں ملاحظہ فرمائیں:

''حیدرآباد (نمائندہ امت) توہینِ رسالت، توہینِ قرآن اور توہینِ شعائرِ اسلام کے مقدمات میں سزایافتہ ریاض احمد گوہر شاہی کے پیروکار پھر سرگرم ہوگئے۔ انجمن سرفروشانِ اسلام کے تحت سرگرمیاں جاری ہیں۔ انجمن سرفروشانِ اسلام کے رجسٹریشن کی جعلسازی سے تجدید کرانے کے لئے اثر و رسوخ کے استعمال کے ساتھ رجسٹریشن کے لئے افسران کو بھاری رقم کا لالچ بھی دیا جارہا ہے۔ گوہر شاہی کی تنظیم انجمن سرفروشانِ اسلام رجسٹرار جوائنٹ اسٹاف کی کمیشن حیدرآباد کے پاس رجسٹرڈ ہے، جس کا رجسٹریشن نمبر ۱۹۷۵ء، ۸۳۔۱۹۸۲ء بتاریخ ۱۳ر جولائی ۱۹۸۲ء ہے۔ رجسٹریشن کے بعد سے انجمن نے قانونی تقاضے پورے نہیں کئے۔ ریکارڈ کے مطابق ۲۰۰۶ء تک ۲۴ سال میں اس کی جنرل باڈی کا نہ کوئی اجلاس ہوا اور نہ ہی حسابات کی کوئی آڈٹ رپورٹ جمع کرائی گئی۔ اس کے بعد بھی صرف اپنے عہدیداروں کی فہرست اور تبدیل شدہ پتے کی اطلاع فراہم کی گئی تھی۔ نیشنل ایکشن پروگرام، تحفظِ پاکستان آرڈیننس اور انسدادِ دہشت گردی کے قوانین کے تحت حکومت نے تمام رجسٹرڈ این جی اوز اور سماجی اور مذہبی تنظیموں کو رجسٹریشن کی تجدید کرانے کے لئے ۱۴ر اگست کو اشتہار دیا تھا اور اعلان بھی کیا تھا کہ ایک ماہ میں قانونی تقاضے پورے نہ کرنے پر رجسٹریشن خودبخود منسوخ ہوجائے گی۔ انجمن سرفروشانِ اسلام نے ۲۱ر اگست ۲۰۱۵ء کو ہونے والے مبینہ جنرل باڈی اجلاس انجمن کی رجسٹریشن کی تجدید کی پروونشل اسسٹنٹ رجسٹرار جوائنٹ اسٹاف کمپنیز حیدرآباد کو درخواست دی تھی، جس میں سعید احمد قادری کو انجمن کا امیر اور ۶ مشیروں کا نام لیا گیا تھا۔ انجمن کی رجسٹریشن کی تجدید کے سلسلے میں اعتراضات طلب کرنے کے شائع شدہ اشتہار کی بناء پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ریکارڈ کے ساتھ اعتراضات قانونی طور پر داخل کئے گئے تھے اور انجمن کی رجسٹریشن منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ انجمن سرفروشانِ اسلام پاکستان کے مرکزی امیر علامہ سعید احمد قادری

کے بقول عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دیوبندی مسلک کی تنظیم ہے، جس کی طرف سے اعتراض پر ۱۵؍جون ۲۰۱۵ء کو انجمن کی مینجنگ کمیٹی برائے ۱۶-۲۰۱۵ء کے عہدیداروں کی توثیق کے لئے دی گئی درخواست پر کارروائی اسسٹنٹ نے روک دی ہے اور انجمن سے جواب طلب کیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ انجمن سرفروشانِ اسلام کی رجسٹریشن کی تجدید میں سب سے بڑی رکاوٹ ریاض احمد گوہر شاہی کی اپنی انجمن سرفروشانِ اسلام اور مہدی فاؤنڈیشن کی تحریر، کتب اور گمراہ کن نظریات اور کردار واعمال ہیں، جس کی بنیاد پر ملک کے کچھ حصوں میں عدالتوں میں مقدمات درج ہوئے اور گوہر شاہی کو مجرم قرار دیا گیا۔ ٹنڈو آدم تھانے میں گوہر شاہی اور اس کے کئی کارندوں کے خلاف مقدمہ درج ہوا تھا جو کئی ماہ تک انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت میں زیر سماعت تھا اور جج جناب عبدالغفور میمن نے ۱۱؍مارچ ۲۰۰۰ء کو فیصلہ صادر کیا تھا، جس میں گوہر شاہی کو توہین رسالت، توہین قرآن اور شعائر اسلام کی توہین کا مجرم قرار دیتے ہوئے ۳ بار عمر قید اور جرمانے کی سزا سنائی گئی تھی۔ فاضل عدالت نے مجرم کو ۲۹۵-اے کے تحت سزائے عمر قید اور ۵ ہزار روپے جرمانے زیر دفعہ ۱۸ انسداد دہشت گردی ایکٹ زیر دفعہ ۹ انسداد دہشت گردی ایکٹ ۷ سال قید، ۱۵ ہزار جرمانہ زیر دفعہ (۶ ب) اور دفعہ ۷ عمر قید اور ۵۰ ہزار جرمانے کی سزائیں دی تھیں اور کہا تھا کہ مجرم کی یہ سزائیں علیحدہ علیحدہ ایک کے بعد ایک چلیں گی۔ مجرم گوہر شاہی مقدمے کی سماعت کے درمیان ملک سے فرار ہو گیا تھا، جس کے بعد عدالت نے اس کے ناقابل ضمانت وارنٹ گرفتاری جاری کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا تھا کہ مجرم کو ۲۹۵-سی کے تحت مدت کی سزا اس لئے نہیں سنائی جارہی کہ عدالتی کارروائی اس کی غیر حاضری میں ہوئی ہے۔ یعنی اگر مجرم عدالت میں حاضر ہوتا تو وہ مدت کی سزا کا حقدار ٹھہرتا۔ گوہر شاہی کی تنظیم کے ذمہ داروں نے میر پور خاص کی عدالت کے اس تاریخی فیصلے کے خلاف اپیل داخل کی تھی، مگر عدالت عالیہ حیدر آباد نے اسے سماعت کے لئے منظور نہیں کیا تھا۔ ایک سینئر قانون دان نے بتایا کہ ماتحت عدالت کی طرف سے سنائی گئی سزا کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کے لئے یہ قانونی تقاضا ہے کہ مجرم خود عدالت میں پیش ہو۔ یوں گوہر شاہی کے مجرم ہونے کا فیصلہ برقرار رہا اور اس کے پیروکار بھی اس کی رو سے اس کے ساتھی اور گمراہ قرار پائے ہیں۔ انجمن سرفروشانِ اسلام نے پہلے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے کہ ان کا تعلق اہلسنت بریلوی مسلک سے ہے اور دیوبندی مسلک کے لوگ مسلک کے اختلاف پر ان کے خلاف جھوٹے الزامات لگا رہے ہیں، جبکہ دیوبندی کے علاوہ اہلسنت بریلوی مسلک کے کئی جید علماء کرام اور مفتی صاحبان اور جماعت اہلسنت کے راہنما گوہر شاہی اور اس کے ٹولے کے گمراہ کن نظریات کو اسلام اور شریعت ہی نہیں، بریلوی عقائد سے متصادم قرار دیتے ہوئے ان سے لاتعلقی کا اظہار کر چکے ہیں۔ ذمہ دار ذرائع نے بتایا کہ انجمن سرفروشانِ اسلام کی رجسٹریشن کی تجدید اور بحالی کے لئے گوہر شاہی کے پیروکاروں کا بااثر سرگرم ہے اور ڈائریکٹر انڈسٹریز کراچی کے دفتر میں بھی اس نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کیا ہے اور وہاں سے اسسٹنٹ رجسٹرار کے حیدر آباد کے دفتر کے ذمہ داروں پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ پیش کیا گیا جعلی ریکارڈ تبدیل کرتے ہوئے رجسٹریشن کی تجدید کر دیں۔ اس کے لئے بھاری رقم کے سودے کی پیشکش کی گئی ہے۔ ذرائع نے بتایا ہے کہ رجسٹرار حیدر آباد کے دفتر کے رجسٹریشن کے معاملات سے متعلق ایک افسر نے گوہر شاہی کے بیٹے طلعت محمود اور حماد ریاض کے ساتھ ایک خصوصی ضیافت میں ملاقات کی اور رجسٹریشن کے معاملات پر تفصیلی گفتگو کی۔ اس ملاقات میں یہ معاملہ بھی زیر غور آیا۔ معلوم ہوا ہے کہ ڈائریکٹر انڈسٹریز کے دفتر سے غیر قانونی طور پر رجسٹریشن کے لئے مقامی افسران کو دباؤ کا سامنا ہے۔“

(روزنامہ امت کراچی، ۱۵؍نومبر ۲۰۱۶ء)

مسلمان بھائیوں کو بھی چاہئے کہ وہ بیدار رہیں اور ہر فتنہ پرور پر نگاہ رکھیں، اگر کوئی گمراہ یا فتنہ پرور خلاف اسلام اور خلاف قانون کسی سرگرمی میں ملوث ہے تو فوری طور پر اس کی اطلاع متعلقہ تھانہ اور ذمہ داران افسران کو دیں تا کہ بروقت ان کی روک تھام ہو سکے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ دین اسلام کی حفاظت فرمائیں، ہم سب کو مرتے دم تک اسلام سے وابستہ رکھیں اور دین دشمنوں اور تمام فتنہ پروروں کی قسمت میں اگر ہدایت ہے تو انہیں ہدایت نصیب فرمائیں، ورنہ ان سب کو نیست ونابود فرمائیں اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ فرمائیں۔ آمین!

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

اِمامُ الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی سیرتِ طیبہ پر ایک اجمالی نظر

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

اے صاحب جمال کل اے سرور بشر
رُوئے منیر سے ترے روشن ہوا قمر
ممکن نہیں کہ تیری ثنا کا ہو حق ادا
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ابتدائی حالات:

نسب شریف: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

کنیت: ابوالقاسم۔

والدہ کا نام: آمنہ بنت وہب۔

ولادت: بروز سوموار ۱۲/ ربیع الاوّل عام الفیل۔ والد ماجد کا انتقال ولادت سے قبل ہی بحالت سفر مدینہ منورہ میں ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت آپ کے دادا عبدالمطلب نے کی اور حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ پھر آپ کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو مدینہ آپ کے ننھیال لے گئیں، واپسی میں بمقام ابواء اُن کا انتقال ہوا اور آپ کی پرورش اُم ایمن کے سپرد ہوئی۔ آٹھ سال کے ہوئے تو دادا کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا، کفالت کا ذمہ آپ کے چچا ابوطالب نے لیا۔ نو سال کی عمر میں چچا کے ساتھ شام کا سفر فرمایا اور ۲۵ سال کی عمر میں شام کا دوسرا سفر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تجارت کے سلسلہ میں فرمایا اور اس سفر سے واپسی کے دو ماہ بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے عقد ہوا۔ ۳۵ سال کی عمر میں قریش کے ساتھ تعمیر کعبہ میں حصہ لیا اور پتھر ڈھوئے، حجر اسود کے بارے میں قریش کے اُلجھے ہوئے جھگڑے کا حکیمانہ فیصلہ فرمایا جس پر سبھی خوش ہو گئے۔

تعلیم وتربیت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم پیدا ہوئے تھے اور ماحول و معاشرہ سارا بت پرست تھا۔ مگر آپ بغیر کسی ظاہری تعلیم وتربیت کے نہ صرف ان تمام آلائشوں سے پاک صاف رہے بلکہ جسمانی ترقی کے ساتھ ساتھ عقل وفہم اور فضل وکمال میں بھی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ سب نے یکساں و یک زبان ہو کر آپ کو صادق وامین کا خطاب دیا:

مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسنِ معنی کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنابندی

خلوت وعبادت:

بچپن میں چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں بھی چرائیں۔ مگر بعد میں آپ کو خلوت پسند آئی۔ چنانچہ غارِ حرا میں کئی کئی راتیں عبادت میں گزر جاتیں۔ نبوت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے خواب دیکھنے لگے۔ خواب میں جو دیکھتے ہو بہو وہی ہو جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستورِ تعلیم:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا ہر پہلو نرالا اور اُمت کے لئے مینارِ ہدایت ہے۔ اگرچہ آپ کا تشریعی دور نبوت کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن اس سے پہلے کا دور بھی چاہے بچپن کا دور ہو یا جوانی کا اُمت کے لئے اس میں ہدایت موجود ہے۔

آپ کے دودھ پینے کا زمانہ ہے لیکن اتنی چھوٹی عمر میں بھی آپ کو عدل و انصاف پسند ہے اور آپ دوسروں کا خیال فرماتے ہیں، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ایک طرف کا دودھ پلا کر دوسری طرف پیش فرماتی ہیں لیکن آپ اسے قبول نہیں فرماتے کیوں کہ وہ آپ کے دودھ شریک بھائی کا حق ہے۔

بچپن سے اجتماعی کاموں میں اتنا لگاؤ اور دلچسپی ہے کہ جب بیت اللہ شریف کی تعمیر ہو رہی تھی تو آپ بھی قریش مکہ کے ساتھ پتھر اٹھا کر لا رہے ہیں اور شرم وحیا اتنی غالب ہے کہ جب آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ دیکھتے ہیں کہ آپ ننگے کندھے پر پتھر اُٹھا کر لا رہے ہیں تو ترس کھاتے ہوئے آپ کا تہ بند کھول کر کندھے پر رکھ دیا۔ آپ شرم کے مارے بے ہوش ہو کر گر پڑے، یہ فرماتے ہوئے کہ میری چادر مجھ پر ڈال دو۔

کسب حلال کی یہ اہمیت کہ قریش کی بکریاں چراتے اور اس کی مزدوری سے اپنی ضروریات پوری فرماتے اور جب اور بڑے ہوئے تو تجارت جیسا اہم پیشہ اختیار فرمایا اور التاجر الصادق الامین (امانت دار سچے تاجر) کی صورت میں سامنے آئے۔

معاملہ فہمی اور معاشرے کے اختلافات کو ختم کرنے اور اس میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی وہ صلاحیت ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود کو

اپنی جگہ رکھنے پر قریش کی مختلف جماعتوں میں اختلاف پیدا ہوا اور قریب تھا کہ ناحق خون کی ندیاں بہہ جاتیں لیکن آپ نے ایسا فیصلہ فرمایا جس کی سب نے تحسین کی اور اس پر راضی ہوگئے۔

صداقت و امانت کے ایسے گرویدہ کہ بچپن سے آپ الصادق الامین کے لقب سے یاد کئے جانے لگے اور دوست تو دوست دشمن بھی آپ کے اس وصف کا اقرار کرتے تھے چناں چہ قبائل قریش نے ایک موقع پر بیک زبان کہا: "ہم نے بارہا تجربہ کیا مگر آپ کو ہمیشہ سچا پایا"۔ یہ سب قدرت کی جانب سے ایک غیبی تربیت تھی کیوں کہ آپ کو آگے چل کر نبوت و رسالت کے عظیم مقام پر فائز کرنا تھا اور تمام عالم کے لئے مقتدیٰ بنانا تھا اور امت کے لئے آپ کی زندگی کو بطور اُسوۂ حسنہ پیش کرنا تھا۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا"۔ (الاحزاب:۲۱)

"بلاشبہ اے مسلمانو! تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سیکھنی ہے بالخصوص اُس شخص کو جو اللہ کی ملاقات کا اور قیامت کے دن کا خوف رکھتا ہے اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔"

نبوت:

جب سن مبارک چالیس کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تھے کہ جبرئیل علیہ السلام سورۂ اقراء کی ابتدائی آیتیں لے کر نازل ہوئے، اس کے بعد کچھ مدت تک وحی کی آمد بند رہی، پھر لگاتار آنے لگی۔

وحی آسمانی آپ تک پہنچانے کے لئے جبرئیل امین علیہ السلام کا انتخاب ہوا جن کو ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام اور باری تعالیٰ کے درمیان واسطہ بننے کا شرف حاصل تھا اور جن کی شرافت، قوت، عظمت، بلند منزلت اور امانت کی خود اللہ نے گواہی دی ہے۔

"اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ. ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ. مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ." (سورہ تکویر:۱۹تا۲۱)

ترجمہ: "بے شک یہ قرآن ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا کلام ہے جو بڑی قوت والا صاحب عرش کے نزدیک ذی مرتبہ ہے، وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے اور وہ امانت دار ہے۔"

اس وحی الٰہی کی روشنی میں آپ کی ایسی تربیت ہوئی کہ آپ ہر اعتبار سے کامل بن گئے اور آپ کی زندگی کا ہر پہلو اُمت کے لئے ایک بہترین اُسوۂ حسنہ بن کر سامنے آگیا۔ امت کے ہر فرد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک اعلیٰ مثال ہے جسے وہ سامنے رکھ کر زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کرسکتا ہے۔

دعوت وتبلیغ:

ابتداً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوشیدہ طور پر دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا، ابتدائی دعوت پر عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے، ان کے بعد بہت سے آزاد اور غلام اس دولت سے بہرہ مند ہوئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ دعوت وتبلیغ کا حکم ہوا، چنانچہ آپ نے تمام قوم کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور بت پرستی چھوڑنے کی دعوت پوری قوت سے شروع کی، بعض نے مانا اور بعض اپنی گمراہی پر قائم رہے۔

ہجرت حبشہ:

قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو طرح طرح سے ستانا شروع کیا، چناں چہ ۵ھ نبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو حبشہ ہجرت کرجانے کا حکم فرمایا، یہ سب سے پہلی ہجرت تھی، اسی سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔

سن ۷ نبوت: میں قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے خلاف ایک معاہدہ پر دستخط کئے کہ جب تک یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہیں کرتے اُس وقت تک ان سے ہر قسم کا مقاطعہ کیا جائے۔ اس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شعب ابی طالب میں نظر بند کردیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہجرت حبشہ کا حکم فرمایا، یہ دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔

سن ۱۰ نبوت: میں قریش کے بعض افراد کی کوشش سے یہ معاہدہ ختم ہوا اور آپ کو آزادی ملی، اسی سال نصاریٰ نجران کا ایک وفد مسلمان ہوا، اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب اور آپ کی غم گسار زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ قریش کی ایذا رسانی اور بڑھ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل طائف کی تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے۔ اُنہوں نے ایک نہ سنی بلکہ اُلٹا در پے ایذاء ہوئے۔ یہ سال عام الحزن (غم کا سال) کہلاتا ہے۔

سن ۱۱ نبوت: اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، پنج گانہ نماز فرض ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر عرب کے مختلف قبائل کو دعوت دی، چنانچہ مدینہ کے قبیلہ خزرج کے چھ آدمی مسلمان ہوئے۔

سن ۱۲ نبوت: اس سال اوس وخزرج کے بارہ افراد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ یہ بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔

سن ۱۳ نبوت: اس سال مدینہ کے ستر مردوں

اور بیں عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، یہ بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے۔

ہجرتِ مدینہ:

مدینہ میں اسلام کی روشنی گھر گھر پھیل چکی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ہجرتِ مدینہ کا حکم فرمایا، قریش کو پتہ چلا تو اُنہوں نے دارالندوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کرلیا، اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ منصوبہ خاک میں ملادیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے گھیرے سے باطمینان نکلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے، ان کو ساتھ لے کر غارِ ثور تشریف لے گئے، یہاں تین دن رہے، پھر ہجرت فرمائی اور مدینہ کی نواحی بستی قبا پہنچے۔

۱ ہجری اِسلام کا نیا دور:

یہاں سے اِسلام کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، قبا میں چودہ دن قیام رہا، وہاں ایک مسجد بنائی، وہاں سے مدینہ طیبہ منتقل ہوئے۔ حضرت ابوایوب اَنصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا، مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی، اذان شروع ہوئی اور جہاد کا حکم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت وجہاد کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعتیں بھیجنا شروع کیں۔

سرایا وغزوات:

جس جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے اسے غزوہ کہتے ہیں اور جس میں خود نہیں گئے، صحابہؓ کی جماعت کو بھیجا اسے سریہ کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا کی تعداد ۴۷ ہے اور غزوات کی تعداد ۲۷ ہے۔ اس سال آپ نے تین دستے (سریے) روانہ فرمائے لیکن مقابلہ نہیں ہوا۔

سن ۲ ہجری:

اس سال غزوۂ وَدّان، غزوۂ بواط، غزوۂ عشیرہ اور غزوۂ بدرِ صغریٰ ہوئے۔ تحویلِ قبلہ کا حکم ہوا، روزہ رمضان، زکوٰۃ وفطرہ واجب ہوئے۔ اسی سال (رمضان میں) مشہور غزوۂ بدر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۳۱۳؍ جاں نثار تھے اور قریش ایک ہزار۔ مگر شکست قریش ہی کو ہوئی، ان کے سردار مارے گئے اور ستر قید ہوئے، مسلمانوں کے چودہ آدمی شہید ہوئے۔ اسی سال غزوۂ قرقرۃ الکدر، غزوۂ بنی قینقاع اور غزوۃ السویق ہوئے، تینوں میں جنگ نہیں ہوئی۔ سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر رُخصتی ہوئی۔

سن ۳ ہجری:

اس سال غزوۂ غطفان اور غزوۂ بحران ہوئے، مقابلہ نہیں ہوا، پھر مشہور جنگ اُحد ہوئی، قریش قبائلِ عرب کو اکٹھا کرکر بدر کے مقتولوں کا بدلہ لینے جبلِ اُحد کے پاس جمع ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے، ۳۰۰؍ منافق راستہ ہی میں پلٹ گئے، دامنِ اُحد میں دونوں فوجیں لڑیں، کفار کو شکست ہوئی، ایک درّہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کی ایک جماعت اس وصیت کے ساتھ مقرر فرمائی تھی کہ ہم مریں یا جئیں تمہیں بہرحال تاحکمِ ثانی اپنی جگہ رہنا ہوگا۔ ان میں سے بعض نے مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست دیکھ کر جگہ چھوڑ دی، دشمن کو لوٹ کر پیچھے سے حملہ کا موقع مل گیا، جنگ کا پانسہ پلٹ گیا، ستر صحابہؓ شہید ہوئے جن کے سردار حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور زخمی ہوا، سامنے کے دندان مبارک شہید ہوئے، اگلے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے تعاقب میں حمراء الاسد تک گئے، مگر دشمن بچ نکلا، مقابلہ نہیں ہوا، اسی سال شراب کی حرمت نازل ہوئی۔

سن ۴ ہجری:

اس سال غزوۂ بنی نضیر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کا محاصرہ کیا اور انہیں جلاوطن کیا، پھر غزوۂ ذات الرقاع ہوا، مقابلہ کی نوبت نہیں آئی، اس سفر میں ''نمازِ خوف'' اور ''تیمم'' کا حکم نازل ہوا، پھر غزوۂ اُحد صغریٰ ہوا، گزشتہ سال جنگ اُحد سے واپسی پر قریش کہہ گئے تھے کہ آئندہ سال پھر اسی مقام پر جنگ ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ وعدہ اُحد کی طرف نکلے لیکن قریش مقابلہ کے لئے نہیں آئے۔

سن ۵ ہجری:

اس سال غزوۂ دومۃ الجندل ہوا، دشمن اپنے مویشی چھوڑ کر بھاگ گئے، پھر غزوۂ بنی مصطلق ہوا، مقابلہ میں اس قبیلے کے دس آدمی مارے گئے۔ باقی قید ہوئے، انہی قیدیوں میں ان کے سردار حارث کی لڑکی جویریہ تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو آزاد کرکے اُن سے نکاح کرلیا، یہ نکاح تمام قیدیوں کے آزاد کرنے اور ان کے اِسلام لانے کا ذریعہ بنا۔ پھر غزوۂ احزاب پیش آیا، قریش نے تمام قبائل عرب اور یہود کو ساتھ لے کر دس ہزار کی تعداد میں مدینہ کا محاصرہ کیا، مسلمانوں نے اپنی حفاظت کے لئے ایک لمبی خندق کھودی، قریش کا محاصرہ پندرہ دن جاری رہا بالآخر اللہ تعالیٰ نے تند ہوا اور فرشتوں کا لشکر بھیجا اور دشمن ناکام لوٹا، پھر غزوۂ بنی قریظہ ہوا اور یہودِ بنی قریظہ کو عہد شکنی کی سزا میں قتل کیا گیا، اسی سال حج فرض ہوا اور پردہ کی آیات نازل ہوئیں۔

سن ۶ ہجری:

اس سال غزوۂ بنی لحیان، غزوۃ الغابہ اور صلح حدیبیہ ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے غیر مسلح مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے۔ قریش نے مقامِ حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا۔ آخرکار چند شرطوں پر صلح ہوئی، ان

میں سے ایک یہ تھی کہ دونوں فریق دس سال تک آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔ اسی موقع پر ایک درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی، اسی سال آپ نے مختلف بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط بھیجے، ان میں سے بعض مسلمان ہوگئے۔

سن ۷ ہجری:

اس سال حدیبیہ سے واپسی پر خیبر فتح ہوا، مہاجرین حبشہ کی واپسی ہوئی، فدک مصالحانہ طور پر فتح ہوا، غزوۂ وادی القریٰ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی معیت میں عمرۃ القضاء کے لئے مکہ تشریف لے گئے، وہاں تین دن قیام کے بعد واپسی ہوئی۔

سن ۸ ہجری:

اس سال جنگ موتہ ہوئی، جس میں مسلمانوں کے تین سپہ سالار، زید بن حارثہؓ، جعفر بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن رواحہؓ یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا گیا، دشمن کو شکست ہوئی اور کافی مال غنیمت ہاتھ آیا، اسی سال مکہ مکرمہ کی فتح کا عظیم واقعہ ہوا۔ قریش نے جنگ بندی کا معاہدہ توڑ ڈالا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے قریش نے ہتھیار ڈال دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن عام کا اعلان فرمایا، کعبۃ اللہ کے گرد و پیش سے بتوں کی نجاست کو صاف کیا، اور گرد کے قبائل میں بت شکنی کے لئے وفود بھیجے۔

مکہ کی فتح اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے سلوک:

کون نہیں جانتا کہ مکی زندگی کے تیرہ (۱۳) سالوں میں مکہ والوں نے آپ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیا کیا ستم ڈھائے، انہیں تپتی ریت اور آگ کی چنگاریوں پر لٹایا گیا، انہیں مکہ میں اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا گیا حتیٰ کہ انہیں شہید تک کر دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، نماز میں سجدہ کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑی سر پر ڈالی گئی۔ یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ناپاک منصوبہ بنایا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں بھی اُن کے خلاف سازشیں رچیں اور جنگ بدر، جنگ اُحد اور جنگ احزاب کی نوبت آئی۔

لیکن اب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فاتح کی حیثیت سے اس شہر میں داخل ہوتے ہیں لیکن دُنیا کے فاتحین کی طرح متکبرانہ انداز میں ہرگز نہیں بلکہ نہایت تواضع اور انکساری کے ساتھ، سر مبارک جھکائے ہوئے، ہزاروں جانثاروں کے ساتھ ربُّ العزت کا شکر ادا کرتے ہوئے۔ بیت اللہ کو بتوں سے پاک فرماتے ہیں اور اُس کا طواف فرماتے ہیں۔ مجمع اکٹھا ہوجاتا ہے۔ قریش مکہ آپ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں اور اُن کے دل و دماغ میں وہ تمام جرائم آ کھڑے ہوتے ہیں جو انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کئے تھے۔ آج یہ سب مجرم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر جھکائے بیٹھے ہیں۔

آج اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کوئی اور دُنیا کا فاتح حکمران ہوتا تو اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا؟ غالباً وہی کرتا جو جابر حکمران کیا کرتے ہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول اور رحمۃ للعٰلمین ہیں، اخلاق کے اونچے مقام پر فائز ہیں، جن کے اعلیٰ اور عظیم اخلاق کی تعریف خود باری تعالیٰ نے فرمائی ہے:

”وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ“

(القلم:۴)

ترجمہ: ”اور بے شک آپ بڑے بلند اخلاق پر قائم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سب سے مخاطب ہوکر فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے آج میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ سب نے یک زبان جواب دیا: اخ کریم وابن اخ کریم! آپ ایک شریف بھائی ہیں اور ایک شریف بھائی کے فرزند ہیں یعنی ہم آپ سے اُمید رکھتے ہیں جو ایک شریف بھائی سے رکھی جاتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آج تم سے وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی:

”لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ“ (یوسف:۹۲)

ترجمہ: آج تم پر کوئی سرزنش اور ملامت نہیں، اللہ تم کو معاف کرے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

یعنی سزا تو سزا آج میں تمہارے جرائم بھی یاد نہیں دلاؤں گا کہ اُن کا تذکرہ کرکے تم پر ملامت کی جائے۔

پھر فرمایا: اذھبوا فانتم الطلقاء جاؤ تم سب آزاد ہو۔

آج رحم و کرم کا دن ہے، جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہوجائے اسے امن ہے، جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کردیا اسے امن ہے، جو مسجد حرام میں داخل ہوگیا اسے امن ہے۔

اسی حسنِ اخلاق کا نتیجہ تھا کہ اُن میں سے اکثر مسلمان ہوئے اور دل و جان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے لگے اور دشمن کی بجائے دوست بن گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اُمت کو کریمانہ اخلاق کی تعلیم دی ہے وہاں اپنے عمل سے اُن کے سامنے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بھی پیش فرمایا ہے۔ آپ کی یہ اخلاقی تعلیمات آپ کی زندگی میں روز روشن کی طرح واضح ہیں جن کی نظیر انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ (جاری ہے)

امانت اور خیانت

مفتی تنظیم عالم قاسمی، حیدرآباد دکن

امانت داری ایمان کا حصہ ہے، جو شخص اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ کسی کی امانت میں خیانت نہیں کر سکتا۔ اسے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اگر میں نے کسی کا حق دبا لیا یا اس کی ادائیگی میں کمی اور کوتاہی کی تو میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، وہ یقیناً اس کا حساب لے گا اور اس دن جب کہ ہر شخص ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا حق تلفی کے عوض میری نیکیاں دوسروں کو تقسیم کر دی جائیں گی، پھر میری مفلسی پر وہاں کون رحم کرے گا؟ اس طرح کے تصورات سے اہل ایمان کا دل کانپ اٹھتا ہے اور پھر خیانت یا حق تلفی کرنے سے باز آ جاتا ہے؛ لیکن جس کے دل میں ایمان ہی نہ ہو یا ماحول اور حالات نے ایمان کی روشنی سلب کر لی ہو تو خیانت کرنے میں ایسے شخص کو کوئی تردد نہیں ہوتا؛ اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت داری کو ایمان کی علامت اور پہچان قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ”جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔“ (سنن بیہقی)

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم کے متعدد مقامات پر امانت داری کی تاکید فرمائی ہے، ارشاد باری ہے:

ترجمہ: ”تو جو امین بنایا گیا اس کو چاہیے کہ اپنی امانت ادا کرے اور چاہیے کہ اپنے پروردگار اللہ سے ڈرے۔“ (البقرہ)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں امانت داری کو تقویٰ سے جوڑ دیا ہے یعنی جس کو موت کے بعد کی زندگی حساب و کتاب اور عدالت الٰہی پر یقین ہو جس کے دل میں خوف خدا اور اس کی گرفت کا احساس ہو اسے چاہیے کہ امانت میں خیانت نہ کرے، جس کا جو حق ہے پورا پورا ادا کر دے، اس لیے کہ اس دنیا میں خیانت کرنے والا قیامت کے دن چین و سکون سے نہیں رہ سکتا، وہاں ایک ایک کا حق ادا کرنا ہوگا اور بڑی دشواریوں کا سامنا ہوگا؛ لیکن جس کو آخرت پر یقین نہیں وہ جو چاہے کرے دنیا میں چند روزہ زندگی کے بعد آخر اپنے کیے ہوئے پر افسوس ہوگا اور بڑے خسارے میں ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی ہے کہ زمانہ قیامت سے جیسے جیسے قریب ہوگا ایمانی قوت کم ہوتی چلی جائے گی، اس کے نتیجے میں امانت داری بھی اٹھ جائے گی اور حال یہ ہوگا کہ مسلمانوں کی بڑی بڑی آبادی ہوگی مگر امانت دار پوری آبادی میں ایک آدھ بڑی مشکل سے دستیاب ہوگا اور وہ بھی حقیقت میں امین نہ ہوگا۔ لوگ مثال کے طور پر کہیں گے کہ فلاں قوم میں ایک امانت دار شخص ہے، آدمی کی تعریف ہوگی کہ کیسا عقلمند، کیسا خوش مزاج اور کیسا بہادر ہے؛ حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان داری نہ ہوگی۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن)

امانت داری کی اس قدر اہمیت کے باوجود آج کے معاشرہ میں اسے کوئی وزن نہیں دیا جاتا، اچھے اچھے لوگ بھی جو عرف میں دین دار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی امانت اور حق کی ادائیگی کا پاس و لحاظ نہیں رکھتے، انھیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ امانت کی حفاظت اور اس کا مکمل طور پر ادا کرنا دینی و شرعی فریضہ ہے، بعض لوگوں میں امانت داری کا جذبہ ہوتا بھی ہے تو وہ صرف مال کی حد تک محدود رہتا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس کسی کا مال رکھا ہو تو وہ اسے ادا کر دیتا ہے، عام طور پر لوگوں کا ذہن اسی مالی امانت کی طرف جاتا ہے؛ حالانکہ امانت کی اور بھی مختلف قسمیں ہیں، جن کی اہمیت بعض صورتوں میں مالی امانت سے بھی بڑھی ہوئی ہوتی ہے، ان کی حفاظت بھی ایک مسلمان کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنی مالی امانت کی ہوتی ہے؛ اسی لیے فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ کی کنجی جب عثمان بن طلحہ بن عبد الدار شیبی کو دینے اور ان کی امانت ان کو واپس کرنے کی تاکید کی گئی تو امانت کو جمع کے صیغے کے ساتھ استعمال کیا گیا۔ ارشاد باری ہے:

”اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مستحقین کو پہنچا دیا کرو۔“ (النساء:۸۵)

قابل غور بات یہ ہے کہ کنجی کوئی اہم مال نہیں؛ بلکہ یہ خانہ کعبہ کی خدمت کی نشانی ہے، جس کا تعلق مال سے نہیں عہدے سے ہے، پھر بھی اس کو امانت سے تعبیر کیا گیا اور پھر جمع کا صیغہ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ امانت کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں جن کی ادائیگی تمام مسلمانوں پر لازم ہے، ذیل میں امانت کی چند ایسی صورتیں بیان کی جارہی ہیں جن کی طرف عام طور پر لوگوں کا ذہن نہیں جاتا؛ چنانچہ وہ ان امانتوں میں خیانت کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اور انھیں کسی معصیت کا خیال بھی پیدا نہیں ہوتا؛ حالانکہ شریعت کی نظر میں ان چیزوں میں بھی خیانت قبیح اور موجب گناہ عمل ہے، جس سے ہر مسلمان کا بچنا نہایت ضروری ہے مثلاً:

نااہلوں کو عہدے اور مناصب سپرد کردینا:

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جس عہدہ اور منصب کا جو اہل ہو اسی کو وہ عہدہ سپرد کیا جائے؛ اس کے لیے سب سے پہلے غور کرنا چاہیے کہ اس کے ماتحتوں میں کون ایسا شخص ہے، جس میں پیش نظر ملازمت یا عہدے کی مکمل شرطیں پائی جارہی ہیں، ایسا کوئی شخص مل جائے تو وہی اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے لہٰذا کسی پس وپیش کے بغیر وہ عہدہ اور ملازمت اس کو سپرد کردیا جائے اور اگر مطلوب صلاحیت کا حامل کوئی شخص دستیاب نہ ہو تو موجودہ لوگوں میں جو سب سے زیادہ لائق وفائق ہو اس کو منتخب کیا جائے، غرض یہ کہ حکومت کے ماتحت جتنے بھی عہدے اور مناصب ہوتے ہیں وہ امانت ہیں اور ارباب حکومت اس کے امین ہیں، اگر حکومت نے اپنے ماتحت کسی شخص کو اس کا مجاز بنایا ہے تو وہ بھی امین ہے؛ ان سب کو چاہیے کہ عہدے اور منصب پوری دیانت داری سے تقسیم کریں، صلاحیت اور شرائط کو اس کے لیے معیار بنایا جائے نہ کہ قرابت اور تعلق کو۔ اگر کسی شخص کو ذاتی تعلق یا سفارش کی بنیاد پر یا رشوت لے کر کوئی عہدہ اور منصب سپرد کیا جاتا ہے تو یہ خیانت ہے اور تمام ذمہ دار اس خیانت کے مرتکب ہوں گے، ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی وتعلق کے پیش نظر دے دیا، اس پر اللہ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہوجائے۔ (جمع الفوائد،ص:۵۳۳)

نااہلوں کو عہدے سپرد کرنے سے گناہ تو ہوتا ہی ہے خود دنیوی اعتبار سے بھی نظام درہم برہم ہوجاتا ہے، اس سے مستحقین اور باصلاحیت افراد کے بجائے ناکارہ اور نااہل لوگ عہدوں پر فائز ہوجاتے ہیں ان میں کام کی صلاحیت نہیں ہوتی؛ اس لیے پورا شعبہ بگڑ جاتا ہے اور پھر عوام کے لیے یہ اذیت رسانی کا باعث ہوتا ہے، آج کل ملکی حالات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ نیچے سے لے کر اوپر تک تمام شعبوں میں کہیں رشوت اور سفارش اور کہیں تعلق اور قرابت کی بنیاد پر عہدے اور ملازمت تقسیم کی جارہی ہیں؛ یہاں تک کہ عصری تعلیم گاہوں میں اساتذہ کی تقرری میں رشوت کا لین دین عام ہوگیا ہے، اس کے نتیجے میں یہ تعلیم گاہیں باصلاحیت افراد سے محروم ہیں تقریباً تمام شعبوں کا یہی حال ہے، اس لیے حکومت کا نظام فساد کا شکار ہوگیا ہے اور آج ہر شخص اپنی جگہ بے چین ومضطرب نظر آرہا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: ”جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کردی گئی جو ان کے اہل اور قابل نہیں تو قیامت کا انتظار کرو۔“ (صحیح بخاری:۹۵)

یعنی جب نااہل افراد کو کوئی ذمہ داری یا عہدہ اور منصب سپرد کیا جائے تو فساد یقینی ہے اور اب دنیوی نظام کو فساد سے کوئی بچا نہیں سکتا؛ اس لیے اب قیامت کا انتظار کرو، اس میں خلافت سے لے کر ایک ادنیٰ ملازمت بھی شامل ہے۔

اس خیانت کا تعلق صرف حکومت اور سرکاری عہدوں سے ہی نہیں؛ بلکہ نجی کمپنی، انجمن اور عوامی اداروں سے بھی ہے۔ جو ان اداروں اور کمپنیوں کو مفید اور بافیض بنانا چاہتے ہیں انہیں چاہیے کہ جس کام کے جو لائق اور اہل ہے، اسے وہیں رکھا جائے، کسی بھی وجہ سے اگر کم تر صلاحیت والے افراد کو فوقیت دی جائے تو ادارہ کبھی ترقی نہیں پاسکتا، دینی مدارس میں بھی تقسیم اسباق اور دیگر امور میں اس اصول کو پیش نظر رکھنا چاہیے، ورنہ اس سے تعلیمی نظام متاثر ہوگا اور ذمہ داران خیانت کے مرتکب ہوں گے۔

مزدور اور ملازمین کا کام چوری کرنا:

جو شخص کسی کا مزدور یا ملازم ہو اسے چاہیے کہ مالک اور ذمہ دار سامنے ہو یا نہ ہو مکمل دیانت داری کے ساتھ کام کرے، نہ تو وقت میں کمی کرے اور نہ کام میں سستی اور نہ ہی اپنی صلاحیت کو استعمال کرنے سے گریز کرے، ان تینوں میں سے کچھ پایا گیا تو خیانت شمار ہوگی؛ اس لیے کہ ایک ملازم کی صلاحیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے تنخواہ طے ہوتی ہے، اگر اس نے کام کرنے میں پوری صلاحیت صرف نہ کی اور کسی بھی وجہ سے دلچسپی لیے بغیر محض ظاہری طور پر کام کردیا تو کام میں وہ معنویت پیدا نہیں ہوگی جو ذمہ دار کو مطلوب تھی؛ اس لیے وہ تنخواہ بھی مشکوک ہوجائے گی اور خیانت کا بھی گناہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مزدور وملازم سے پانچ چھ گھنٹے کام کرنے کا وقت طے ہوجائے اور پھر کام کرنے والا وقت میں چوری کرے، وقت کے بعد آئے یا متعین وقت سے پہلے چلا جائے تو یہ بھی خیانت ہے، ایک مسلمان ملازم جو کائنات کے مالک کو سمیع وبصیر سمجھتا ہے اور اس پر پورا یقین رکھتا ہے اسے احساس ہونا چاہیے کہ اگرچہ میرا مجازی مالک اور ذمہ دار مجھے نہیں دیکھ رہا ہے؛ لیکن رب تو مجھے دیکھ رہا ہے، اس کی گرفت سے جو بچ گیا وہی کامیاب اور فلاح پانے والا ہے؛ اسی طرح کام میں سستی اور ٹال مٹول کرنا بھی خیانت ہے، وہ کام جو پانچ گھنٹے میں ہوسکتا تھا اس کی دس گھنٹے میں تکمیل کرنا، تاکہ مزید پیسے ملتے رہیں اور اس کے معاش کا مسئلہ حل ہوتا رہے، یہ بری سوچ اور ناپسندیدہ عمل ہے، امانت داری کا تقاضا ہے کہ مکمل تندہی سے کام کو انجام دیا جائے، پورا وقت اور پوری طاقت اس کے لیے صرف کی جائے، ورنہ وہ مالک کے ساتھ خیانت کرنے کا مرتکب ہوگا اور اس کا بھی حساب روز محشر میں دینا ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کے سفر میں دولڑکیوں کی بکریوں کے پینے کے لیے پانی بھر دیا تو ان دونوں نے واپس جاکر اپنے بزرگ باپ سے ان کی تعریف کی اور کہا کہ یہ بڑے امانت دار اور طاقتور ہیں، ان کو اپنے گھر میں ملازم رکھ لیجیے۔ قرآن نے اس کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"اے میرے ابا! ان کو مزدور رکھ لیجیے
اچھا مزدور وہ ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو۔"

(القصص:۲۶)

اس آیت میں جہاں ملازم اور مزدور کے اوصاف کی طرف رہنمائی کی گئی ہے وہیں اس بات کی طرف بھی اشارہ موجود ہے کہ مزدور امین ہوتا ہے، اسے کام کرتے ہوئے اپنی امانت داری کا مکمل ثبوت دینا چاہیے، اس سے خود اس کی زندگی خوشگوار ہوگی اور غیب سے اس کے رزق کے لیے بہتر انتظام کیا جائے گا۔

خاص مجالس کی بات کو عام کرنا:

چند لوگ کسی جگہ بیٹھ کر باتیں کریں اور پھر علیحدہ ہو جائیں تو اس مجلس کی تمام باتیں ہر ایک کے لیے امانت ہیں، کسی کے لیے جائز نہیں کہ اجازت اور رضا مندی کے بغیر ان باتوں کو دوسروں کے سامنے نقل کرے اور اسے پھیلانے کی کوشش کرے؛ اس لیے کہ مجلس میں بہت سی راز کی باتیں ہوتی ہیں، بولنے والا بسا اوقات یہ چاہتا ہے کہ اس کے ان منصوبوں اور خیالات سے موجود افراد کے علاوہ دوسرے واقف نہ ہوں؛ اسے وہ راز میں رکھنا چاہتا ہے، ممکن ہے کہ اس کی باتوں کو پھیلا دیا جائے تو اس کو ذاتی نقصان ہو یا ملامت اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے، شریعت نے بھی اس کا لحاظ رکھا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ کسی بھی راز کو راز میں رکھیں اس کو پھیلانے کی سعی نہ کریں' ہاں البتہ کوئی راز ایسا معلوم ہو جائے جس کا تعلق فتنہ اور فساد سے ہو، جس سے دوسروں کا نقصان ہو سکتا ہے تو اس کو بتا دینا چاہیے، پھر ایسی مجلسوں کی باتوں کو محفوظ رکھنا جائز نہیں بلکہ واجب اور ضروری ہے کہ دوسرے شرکاء اس کو عام کردیں۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

ترجمہ: مجلسیں امانت ہیں مگر تین موقعوں پر، کسی کے ناحق قتل کی یا آبروریزی کی یا کسی کا مال ناجائز طور پر لے لینے کی سازش ہو تو متعلقہ لوگوں کو اس سے آگاہ کردیا جائے۔"

(سنن ابوداؤد:۴۸۶۹)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلسی بات کا تعلق جب تک کسی کی ایذا رسانی، حق تلفی یا نقصان پہنچانے سے نہ ہو، اس کی حفاظت مجلس کے شرکاء پر ضروری ہے، اسے امانت سمجھ کر اپنے دل میں دفن کر دینا چاہیے، بالخصوص وہ باتیں جن کے بارے میں محسوس ہو کہ متکلم اسے مجلس تک ہی محدود رکھنا چاہتا ہے؛ لیکن اگر مجلس میں ہونے والی باتوں کا تعلق راز سے نہ ہو؛ بلکہ عام باتیں ہوں جیسے دینی و شرعی مسائل' قرآن و حدیث کی باتیں' تاریخ و سیرت کی گفتگو وغیرہ تو ان باتوں کو عام کرنا اور لوگوں تک پہنچانا مستحب ہے؛ اس لیے کہ ان باتوں کو کوئی بھی چھپانا نہیں چاہتا اور نہ اس کے عام کرنے سے کسی کو تکلیف ہوتی ہے۔

غلط مشورہ دینا:

مشورہ جب کسی سے لیا جاتا ہے تو وہ ان کے حق میں امین ہوتا ہے، اسے چاہیے کہ وہی مشورہ دے جس میں اس کے علم کے مطابق مشورہ لینے والے کا خیر و فلاح مضمر ہو۔ دل میں جو بات آئے کسی ذہنی تحفظ کے بغیر صاف صاف کہہ دے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے مشورہ لینے پر ارشاد فرمایا: "جس سے مشورہ چاہا جائے وہ امانت دار ہے۔" (ترمذی:۲۸۲۳)

مشورہ لینے والا اپنا خیر خواہ سمجھ کر کسی سے مشورہ طلب کرتا ہے، اب اگر وہ ذاتی حسد اور عناد کی بنیاد پر ایسا مشورہ دے، جس میں اس کے لیے نقصان ہو تو گویا اس نے مشورہ طلب کرنے والے کو دھوکہ دیا اور اس کے ساتھ خیانت کا معاملہ کیا؛ کیونکہ اس نے اپنے علم و دانست کے خلاف مشورہ دیا ہے، کسی ایک شخص کو اگر کسی سے دشمنی و عداوت ہو یا کسی بنیاد پر آپس میں رنجش کا ماحول ہو اور اتفاق سے ایک نے دوسرے سے کسی بابت مشورہ طلب کرلیا، تو اسے اخلاص دل سے محبت کے ساتھ صحیح مشورہ دینا چاہیے اور اپنا دل صاف کر لینا چاہیے؛ اس لیے کہ مشورہ لینے کا مطلب اس نے اسے اپنا ہمدرد اور خیر خواہ تسلیم کرلیا ہے اور جب ایک شخص دوستی کا ہاتھ بڑھائے تو اخلاق و انسانیت کا تقاضا ہے کہ دوسرا بھی تواضع کی پلکیں بچھا دے اور محبت کا بدلہ محبت سے دینے کا فیصلہ کرے اور اگر دل میں نفرت اس قدر ہو کہ بھلائی اس کے حق میں سوچ ہی نہیں سکتا تو پھر مشورہ دینے سے صاف انکار کردے، لیکن اگر کدورت اور عداوت کے سبب غلط مشورہ دیا، تا کہ وہ ہلاک ہو جائے یا اسے پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے تو یہ معصیت کا ارتکاب ہوگا، قیامت کے دن اس کا حساب دینا ہوگا۔

کسی کا راز ظاہر کرنا:

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "جب ایک شخص کوئی بات کہے اور چلا جائے تو یہ بھی امانت ہے۔"

(ترمذی:۱۹۵۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے آپ سے کوئی ایسی بات کہی جس کو وہ دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے، آپ پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے اپنے دل کے خیالات کا اظہار کیا؛ تا کہ آپ کوئی مشورہ دے سکیں یا اس کے دکھ درد میں کام آئیں، تو آپ کے لیے اس کی یہ بات امانت کے درجے میں ہے، اپنی ذات تک اسے محدود رکھیں، دوسروں کو بتانا جائز نہیں، اس سے اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچے گی اور تکلیف کا احساس ہوگا۔

بسا اوقات انسان دوستی اور تعلقات کی بنیاد پر کسی سے کچھ کہہ دیتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا یہ راز اس کے سینے میں محفوظ رہے گا، مگر دوسرا شخص اس کا خیال نہیں کرتا بالخصوص جب دونوں میں کسی وجہ سے دوستی رنجش میں تبدیل ہو جاتی ہے، تو اس کے سارے راز

دوسروں کے سامنے اگل دیتا ہے؛ تاکہ اس کی تحقیر ہو اور لوگ اسے برا بھلا کہیں، یہ نہایت براعمل اور گھٹیا حرکت ہے، اس سے خدا ناراض ہوتا ہے اور نہ معلوم خدا کی کون سی ناراضگی ہلاکت کا سبب بن جائے۔

اسی طرح میاں بیوی کے درمیان جو بات ہوتی ہے وہ بھی امانت ہے، ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے لباس ہے، لباس بدن کے عیوب اور راز کی چیزوں کو چھپاتا ہے، اسی طرح زوجین کو چاہیے کہ وہ باہمی گفتگو اور قابل اخفا چیزوں کو پردے میں رکھیں اور کسی بھی حال میں دوسروں کے سامنے ظاہر نہ کریں؛ چنانچہ حضرت ابوسعیدؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بڑی امانت قابل مواخذہ یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی کے پاس جائے اور بیوی اس سے لطف اندوز ہو اور پھر شوہر عورت کے راز کو دوسروں کے سامنے ظاہر کردے۔" (صحیح مسلم ۱۴۳۷/۱۲۴)

راز تو بہر حال راز ہوتا ہے وہ خواہ میاں بیوی کے درمیان ہو یا دو دوست اور دو ساتھیوں کے درمیان، اسے چھپانے کی شریعت نے تاکید کی ہے۔ شریعت کا مزاج یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے لوگوں کے عیوب کی پردہ پوشی کی جائے، کسی کی عزت سے کھلواڑ نہ کیا جائے اور نہ کسی کو ایذا دی جائے اور راز کے اظہار میں ان میں سے کسی کا ارتکاب ضرور ہوتا ہے؛ اس لیے یہ ممنوع اور ناپسندیدہ ہے۔

حق تلفی کرنا:

ایک شخص کسی کو بطور امانت رکھنے کو کوئی چیز دے اور وہ بھول جائے یا اسے یاد تو ہو مگر اس کے پاس کوئی شہادت نہیں ہے، یہ نازک گھڑی ہوتی ہے، اس میں امانت کا مال لینے والے کے ایمان کا امتحان ہے، وہ اللہ کی گرفت پر یقین رکھتے ہوئے مال واپس کردیتا ہے یا اس کا حق دبا کر اپنی آخرت کو تباہ کرلیتا ہے، اگر اس نے مال واپس نہ کیا تو یہ حق تلفی ہے اور اس پر سخت وعید آئی ہے، روز محشر اس کا حساب دینا ہوگا۔

جس طرح مادی حق کی ادائیگی سے پہلوتہی حق تلفی ہے اسی طرح بعض حقوق ایسے ہوتے ہیں جو مادی تو نہیں ہیں؛ لیکن شریعت نے انہیں حق اور امانت سے تعبیر کیا ہے ان کی ادائیگی ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے جیسے میاں بیوی کے باہمی حقوق۔ ایک شخص جب کسی عورت کو اپنے نکاح میں لیتا ہے تو اس پر عورت کے کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں اسی طرح زوجیت میں آنے کے بعد عورت سے بھی شوہر کے کچھ حقوق وابستہ ہوجاتے ہیں، یہ حقوق امانت کے درجہ میں ہیں، ان کی ادائیگی میں ٹال مٹول یا کمی وکوتاہی کرنا حق تلفی اور خیانت ہے جو ان کے لیے جائز نہیں، والدین اور اولاد کے باہمی حقوق بھی امانت ہے اس میں کمی وکوتاہی خیانت ہے اور موجب گناہ ہے، اسی طرح استاذ اور شاگرد کے درمیان کے حقوق بھی امانت کے درجہ میں ہیں، شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاذ کی خدمت، عزت واحترام اور ان کا ادب کریں تو استاذ کو بھی چاہیے کہ وہ پوری امانت داری کے ساتھ اپنے شاگرد کو علمی غذا فراہم کریں، خود کتاب کا مطالعہ کریں اور پوری محنت سے علمی صلاحیت ان میں منتقل کرنے کی کوشش کریں، اس میں کچھ خامی خیانت کے دائرے میں داخل ہے۔

حاکموں اور رعایا کے درمیان باہمی حقوق کا بھی یہی حکم ہے، جس طرح عوام پر حکومت کے اصول وقوانین کی پاسداری ضروری ہے اسی طرح حکمرانوں کے ذمہ یہ بات لازم ہے کہ ممکن حد تک عوام کو سہولت فراہم کریں، ان کی ضروریات کا خاص خیال رکھیں، اقتدار کے ذمہ دار نے وسعت کے باوجود اگر رعایا کے حقوق ادا نہ کیے تو گویا اس نے خیانت کی جس کا اسے ضرور حساب دینا ہوگا اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں، جن کا تعلق ایسے حقوق سے ہے جو مادی نہیں ہیں؛ لیکن وہ بھی حق تلفی اور خیانت کے دائرے میں آتے ہیں اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو مال میں خیانت کرنے کا ہے۔

ناانصافی کرنا:

قاضی، حاکم اور تمام فیصلہ کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاملہ کے حقائق تک پہنچنے کی کوشش کریں اور پوری دیانت داری کے ساتھ فریقین کے دلائل کی سماعت کریں پھر قوت دلائل کی بنیاد پر فیصلہ کریں، اس میں قرابت، خاندان، قوم، علاقہ اور مذہب ومسلک وغیرہ کو ہرگز دخل نہ دیں، اگر فیصلہ کرنے والوں نے کسی ذہنی تحفظ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیا تو گویا اس نے خیانت کی اور بڑے گناہ کا ارتکاب کیا؛ اس لیے کہ قاضی حاکم وغیرہ اپنے ماتحتوں کے حق میں امین ہوتا ہے، امانت داری کا انھیں پورا پورا پاس ولحاظ رکھنا چاہیے۔ گاؤں دیہات وغیرہ کے سرپنچ کا بھی یہ حکم ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص دو لوگوں کے درمیان بھی کسی بارے میں فیصل بنایا جائے تو وہ بھی امین ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر رکھ کر اور اپنی گرفت کا احساس کرتے ہوئے اسے صحیح صحیح فیصلہ کرنا چاہیے، کسی کی جانب داری اس کے لیے باعث ہلاکت ہے۔

ان ساری تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ امانت کا دائرہ صرف روپے پیسے، جائداد اور مال ومنال تک محدود نہیں؛ بلکہ ہر مالی، قانونی اور اخلاقی امانت تک وسیع ہے، عام طور پر امانت کا لفظ بولنے سے لوگوں کا ذہن مالی امانت کی طرف جاتا ہے، اور اسی امانت کی ادائیگی کو کافی سمجھا جاتا ہے، جب کہ امانت داری کے مفہوم میں کافی وسعت ہے، اسی وسیع تر مفہوم میں مسلمانوں کا عمل ہونا چاہیے۔

آج بہت سے فسادات لڑائی جھگڑے اسی امانت داری کے نہ ہونے کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ اگر مالی، قانونی، اخلاقی اور تمام طرح کی دیانت کو ملحوظ رکھا جائے تو معاشرہ میں امن چین اور سکون ہوگا، بہتر سماج کی تشکیل عمل میں آئے گی اور لوگ خیانت کے گناہ اور آخرت کی گرفت سے بچ سکیں گے۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، اگست ۲۰۱۶ء)

انسان اور تکبر

مولانا مفتی محمد نعیم مدظلہ

انسان کے اندر پائی جانے والی چند کیفیات میں سے ایک کیفیت تکبر ہے۔ قرآن وحدیث میں اس انسانی کیفیت وصفت کا ذکر باعتبار مذمت ہی ملتا ہے، تکبر سے متعلق تحسینی کلمات کا اسلامی ذخائر میں وجود ہی نہیں پایا جاتا۔ بزرگانِ دین نے اس روحانی بیماری کو دیگر بیماریوں کی ماں قرار دیتے ہوئے ''ام الامراض'' کہا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کی مذمت کیا ہوگی کہ رب کائنات جیسی شفیق ذات نے اس دنیا کے اندر پائے جانے والے متکبرین کو سخت ناپسند فرمایا ہے، جیسا کہ ایک مقام پر ارشاد ہے:

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے شیخی خور کو پسند نہیں فرماتے۔''

گویا تکبر کرنے والا اپنی زندگی کے ہر ہر لمحے میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی، غیظ وغضب اور رحمت سے دوری کا مستقل طور پر مستحق قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ایسے شخص کی زندگی میں چاہے اسباب راحت کی کتنی ہی وافر مقدار کیوں نہ ہو، ایسا شخص راحت سے محروم ہی رہتا ہے، اس پر مستزاد یہ کہ اخروی زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اسے جنت سے محروم رکھا جائے گا، یعنی تکبر کی سزا بھگتے بغیر اسے جنت کا داخلہ نہیں مل پائے گا، جیسا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائے گا۔''

تکبر اور شیطان:

شیطان ایک ایسی لعین شخصیت ہے جسے تکبر ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دربار سے مردود قرار دیتے ہوئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خارج کردیا گیا۔ اس کے تکبر کی انتہا یہ ہے کہ اس سزا کے فیصلے کو سننے کے بعد رجوع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کی بجائے اس نے تکبر کے میدان میں ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے اپنا یہ فیصلہ سنایا کہ میں انسانوں کو چاروں جہات سے گمراہ کرتا رہوں گا اور اس مقصد کے لئے اس نے طویل یعنی ہمیشہ کی زندگی چاہی اور اسے قیامت سے قبل تک کی مہلت بھی دے دی گئی، چنانچہ اس مہلت کے عرصے میں جنونی کیفیت لئے ہوئے وہ مستقل طور پر دنیا میں اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور انسانوں وغیرہ کی لعنتوں کو جمع کررہا ہے اور اپنی اخروی ودائمی سزا کو سخت سے سخت بنا رہا ہے۔

تکبر یا جنون:

تکبر کی کیفیت اپنے اندر ایک جنون کا درجہ رکھتی ہے، لیکن مجنون اور متکبر میں ذرا سا فرق ہے کہ مجنون دماغی عذر کی وجہ سے بے فائدہ حرکات میں مبتلا رہتا ہے جسے عوام الناس بھی معذور قرار دیتے ہیں اور رب الناس کے دربار میں بھی اس کے عذر کی وجہ سے اس سے عفو ودرگزر کا معاملہ کیا جاتا ہے، لیکن متکبر اپنی اس کیفیت میں دانستہ طور پر مبتلا رہتا ہے جس کے نتیجے میں عوام الناس کی نگاہوں میں اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ گرادیتا ہے اور آخرت میں رب الناس اس کی جسامت کو چیونٹیوں کی طرح بناکر عوام الناس کو حکم دیں گے کہ اپنے قدموں سے اسے روندتے ہوئے اس سے گزریں، یہ بڑا بننے کا اخروی نتیجہ ہے۔

تکبر کیا ہے؟

تکبر: کمال کی صفات میں اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنے، اس حوالے سے دوسروں کی تحقیر کرنے اور اس کے ضمن میں حق سے منہ موڑے رہنے کا نام ہے۔

کیا انسان کو تکبر کا حق حاصل ہے؟

انسان کے اندر مندرجہ ذیل صفات کے ہوتے ہوئے اس کے لئے تکبر کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے:

۱:... انسان کی پیدائش ایک ایسے قطرے سے ہوتی ہے جسے مذہب میں نجس اور ناپاک قرار دیتے ہوئے بدن کے حصے یا کپڑے پر لگ جانے کی صورت میں اسے ناپاک قرار دیتے ہوئے دھوکر پاک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عقل سلیم رکھنے والے بھی اس قطرے سے گھن محسوس کرتے ہیں۔

۲:... انسان جس مقام سے اس دنیا میں وجود حاصل کرتا ہے، اس مقام کو عقل سلیم نے شرم گاہ قرار دیا ہے اور مذہب نے انسان کے علاوہ اس مقام سے نکلنے والی تمام مائعات کو نجس اور ناپاک قرار دیا ہے۔ اس کی بعض چیزوں مثلاً پیشاب اور مذی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور دیگر بعض چیزوں مثلاً منی اور حیض و نفاس کے اخراج سے پورے بدن کے ناپاک ہوجانے کا حکم لگایا جاتا ہے اور ایسے انسان کو بعض عبادات مثلاً نماز، روزہ، تلاوت وغیرہ سے روک دیا جاتا ہے۔

۳:... انسان کے جسم سے نکلنے والے مختلف مواد مثلاً پیشاب، پاخانہ، خون، منی، مذی اور ودی وغیرہ کو ناپاک قرار دیا ہے اور بعض مواد مثلاً ناک سے نکلنے والی ریزش اور منہ سے تھوکا جانے والا تھوک وغیرہ سے انسان خود بھی گھن محسوس کرتا ہے، مزید یہ کہ انسان غسل

کی زحمت نہ اٹھائے تو اس کا جسم بھی زندہ رہتے ہوئے بدبودار بن جاتا ہے، اس کے جسم سے نکلنے والے پسینے کو اگرچہ شریعت نے پاک قرار دیا ہے لیکن اس کی خاصیت بھی یہ ہے کہ اگر وہ کپڑوں کو لگ جائے تو کپڑے بدبودار ہوجاتے ہیں، نیز یہ کہ اگر اس کے جسم سے روح نکال لی جائے تو کچھ ہی دیر بعد اس کا جسم بھی ایسا تعفن چھوڑنے لگتا ہے، جس کے قریب زندہ انسانوں کو بھی جانا ناگوار محسوس ہوتا ہے۔ تدفین کے بعد تین دن کے اندر اندر اس کا جسم گلنے، سڑنے اور پھٹنے لگ جاتا ہے جو کیڑوں وغیرہ کی خوراک بنادیا جاتا ہے۔ (یہ تو ظاہری چیزیں ہیں جس سے ہر انسان کا واسطہ پڑتا ہے، اس کے علاوہ باطنی خامیاں علیحدہ ہیں)۔

۵:... بعض انسانوں کی زبان ایسی کڑوی ہوتی ہے کہ انسانوں کے درمیان باہمی نفرت ہی نہیں، دشمنی کا پیش خیمہ بن کر دنیا کے امن کو برباد کردینے کا ذریعہ بنتی ہے۔

۶:... بعض انسانوں کے دل ایسی بدبختی سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کے اندر محض حسد، کینہ اور عداوت کے علاوہ کوئی خیر کی بات جگہ ہی نہیں پاتی۔

۷:... بعض انسانی دماغ ایسی مکروہ سازشیں اور منصوبے بناتے رہتے ہیں جس سے نہ صرف انسانوں کو بلکہ دیگر جانداروں کو بھی جانی نقصانات اٹھانے پڑ جاتے ہیں۔

کیا ان مندرجہ بالا صفات رکھنے والے انسان کو ان مذموم عادتوں کے ہوتے ہوئے اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ وہ تکبر جیسی بیماری میں مبتلا ہو؟

جیسا کہ تکبر کی تعریف سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تکبر کمال کی صفات میں اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھنا، یقینی طور پر مذہب اور عقل نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ تمام حوالوں سے اللہ تعالیٰ کو یہ صفت حاصل ہے کہ وہ اپنے علاوہ دیگر تمام جاندار اور بے جان چیزوں پر درجۂ کمال میں ایسی انتہائی فوقیت لئے ہوئے ہیں کہ تمام مخلوقات کی کمالی صفات کا مجموعہ بھی اس کے قریب تک بھی نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا اس پوری کائنات میں ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جسے تکبر کا حق حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انتہائی واضح الفاظ میں حدیث قدسی میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے:

”تکبر (بڑائی) میری چادر ہے، جو مجھ سے اسے کھینچتا (اتارنا) چاہتا ہے میں اسے ذلیل کردیتا ہوں۔“

اس پر مزید یہ کہ متکبر نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھتا ہے بلکہ ہر کمال کو اپنا ذاتی کمال سمجھتا ہے، حالانکہ اس کے اندر جو بھی کمال ہے وہ بھی اس کا ذاتی نہیں ہے۔ عقل، حسن، صورت، مال و دولت حتی کہ ایمان اور توحید جیسی اعلیٰ صفات بھی اگر کسی کو حاصل ہیں تو وہ بھی ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں، پھر بھی یہ دوسروں کو اپنے مقابلے میں حقیر سمجھتا ہے، حالانکہ جس کو تکبر کا حق حاصل ہے وہ پھر بھی اپنے نہ ماننے والوں کو نہ صرف مہلت دیتا ہے بلکہ اپنے انعامات سے بھی اس دنیاوی زندگی میں مسلسل نوازتا رہتا ہے۔

متکبر انسان اپنی ذاتی زندگی گزارنے میں بھی ہر ہر لمحے نہ صرف اسباب کا بلکہ مسبب الاسباب کا بھی محتاج رہتا ہے۔ اس محتاجی میں اس کا سانس لینا بھی داخل ہے جو قطعاً اس کے بس میں نہیں ہے۔ اس پر مختلف قسم کی بیماریوں کے خطرات بھی نہ صرف منڈلاتے رہتے ہیں بلکہ آئے دن وہ ان بیماریوں کا شکار بھی رہتا ہے، جنہیں ہٹانے کے اسباب میسر ہونے کے باوجود نہیں ہٹا پاتا، ہر وقت مختلف قسم کے اعذار نہ صرف اس کا پیچھا کئے ہوئے ہیں بلکہ وہ اس پر غالب بھی ہیں جن کے ہاتھوں یہ اپنی شکست تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ حفاظت کے اسباب کے باوجود خوف و دہشت میں مبتلا رہتا ہے، اپنے مال و دولت اور متعلقین کی جانوں کو بچانے سے قاصر ہے، پھر بھی حق سے منہ موڑے رکھنے کا وتیرہ نا قابل فہم، قابل افسوس اور لائق ماتم ہے۔ غرض یہ کہ کسی بھی حوالے سے انسانی زندگی پر غور کیا جائے تو یہ تکبر کی مسند پر بیٹھنے کی لائق ہی نہیں ہے، پھر بھی یہ انسان فخر وغرور اور گھمنڈ جیسی ناپاک حرکتوں سے باز نہیں آتا۔ (فاللہ المشتکی واللہ المستعان)

یہ نظام اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے خوش اسلوبی کے ساتھ چلتے رہنے کے لئے وضع فرمایا ہے اور اس میں افراد کا انتخاب بھی اس نے اپنی مرضی اور مشیت ہی سے کیا ہے۔ مالداروں کے ہاں غربا کے مقابلے میں جو اضافی نعمتیں ہوتی ہیں وہ ان کے کسی ذاتی کمال کا انعام نہیں ہوتیں، غربا کے ہاں جو تنگ دستی ہوتی ہے وہ بھی ان کے کسی بدعملی کی سزا نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں یہ فرق اس لئے رکھا ہے کہ ایک دوسرے کی باہمی احتیاج بھی رہے اور ایک دوسرے سے باہمی طور پر اپنے اپنے مفادات بھی حاصل کرتے رہیں، ہر دو حوالوں سے اگر پوری انسانیت کو یکساں کردیا جائے تو یہ نظام ہی درہم برہم ہوجائے۔ مالداروں کی کم تر ضروریات کو پورا کرنے والا کوئی نہ رہے اور حاجت مندوں کی حاجتوں کے پورا ہونے میں معاونت کرنے والا کوئی نہ ہو، جبکہ دنیا مفادات اور حاجتوں سے بھری ہوئی ہے، لہٰذا یہ باہمی فرق خود مدبر کائنات ہی کی طرف سے ہے اور مدبر کائنات نے ہر شخص کو اس کے اپنے حلقے میں رکھتے ہوئے اس کے مناسب احکامات دے رکھے ہیں اور اس حوالے سے اس کی نگاہ میں سب یکساں اور برابر ہیں۔

متکبرین کے ساتھ شریعت کی خصوصی رعایت:

تکبر کی کسی بھی صورت میں کسی بھی حوالے سے مذہب و شریعت نے حوصلہ افزائی نہیں کی ہے،

جہاں کہیں بھی اس کا ذکر کیا ہے، اس کی مذمت ہی بیان کی گئی ہے۔ اس تشدیدی مذمت کے باوجود اس دنیا کے اندر متکبرین کو ایک خصوصی رعایت یہ حاصل ہے کہ اس غلیظ، قبیح، گھناؤنی اور کمینی حرکت کے باوجود انہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا گیا، (ان کے دیگر متکبرانہ اعمال کے باوجود ان پر فاسق و فاجر ہونے کا حکم ضرور لگایا جاسکتا ہے) اس رعایت کا فائدہ یہ ہے کہ متکبرین، حاصل ہونے والی اس رعایت پر غور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ وہ ابھی تک صفتِ ایمان کے ساتھ متصف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں رجوع کرتے ہوئے توبہ اور استغفار کو اپنی عادت ثانیہ بنالیں تاکہ آخرت میں دھتکار نہ دیے جائیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

تکبر کی مذمت آیاتِ قرآنی کی روشنی میں:

قرآن مجید میں تکبر کی شدید مذمت وارد ہوئی ہے، ذیل میں چند آیات ذکر کی جاتی ہیں:

۱:... ''وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔'' (النساء:۱۷۳)

ترجمہ: ''اور جنہوں نے (بندگی سے) عار و انکار اور تکبر کیا ان کو وہ تکلیف دینے والا عذاب دے گا۔''

۲:... ''وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔'' (الاعراف:۳۶)

ترجمہ: ''اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا وہی دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

۳:... ''قِیْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ۔'' (الزمر:۷۲)

ترجمہ: ''(ان سے) کہا جائے گا، دوزخ کے دروازوں میں (سے) داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے، پس تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔''

۴:... ترجمہ: ''بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔'' (الفاطر:۶۰)

۵:... ''اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ۔'' (الجاثیہ:۳۱)

ترجمہ: ''بھلا ہماری آیتیں تمہیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟ مگر تم نے تکبر کیا اور تم نافرمان لوگ تھے۔''

تکبر کی مذمت احادیث طیبہ کی روشنی میں:

• اسی طرح احادیث طیبہ میں بھی تکبر کی مذمت آئی ہے، ذیل میں چند احادیث نقل کی جاتی ہیں:

۱:... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ان لوگوں کو جو دنیا میں تکبر کرتے تھے چیونٹی کی طرح بنادیا جائے گا، لوگ انہیں پیروں تلے روندتے ہوئے گزریں گے۔

۲:... ایک اور حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ''جہنم میں تکبر کرنے والوں کے جسموں کو بڑا کر دیا جائے گا (تاکہ زیادہ سے زیادہ عذاب دیا جاسکے)۔''

محدثین کرام نے ان دونوں حدیثوں کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ میدانِ محشر میں تو ان کے جسموں کو چیونٹیوں کی طرح کر دیا جائے گا تاکہ ان کی حقارت و ذلت سب پر ظاہر ہو جائے اور جب انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو ان کے جسموں کو بڑا کر دیا جائے گا تاکہ وہ عذاب کی شدت و سختی کو بھی زیادہ سے زیادہ محسوس کر سکیں۔

۳:... ایک حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

۱:... فائدہ: علمائے کرام نے لکھا ہے کہ انسان اپنے ہر گناہ کو چھپا سکتا ہے لیکن تکبر ایسا گناہ ہے جو چھپایا نہیں جاسکتا۔

۲:... فائدہ: مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں تکبر کو ایمان کے مقابلے میں ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ ایمان والے فرمانبردار ہر نعمت و کمال کو اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھتے ہیں، اس لئے وہ تکبر سے محفوظ رہتے ہیں جبکہ کفار و نافرمان ان کو اپنا کمال سمجھتے اور تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

عاجزی اور انسان:

عاجزی، انکساری، خاکساری، تواضع، بردباری، حلم تقریباً ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں۔ یہ ایک صفت و کیفیت کا نام ہے جو انسان کے اندر رکھی گئی ہے، نیز اس کیفیت و صفت کو اخلاق عالیہ میں شمار کیا گیا ہے، یہ صفت شریعت کی رو سے اس کے ماننے والوں سے مطلوب بھی ہے۔ اس صفت کا حامل اکڑتا نہیں، جھکتا ہے اور یہ جھکاؤ مجبوری، کمزوری اور بزدلی کا نتیجہ نہیں ہوتا ہے بلکہ طاقت، شجاعت اور دلیری کی موجودگی میں اپنے نفس کو مار کر اختیار کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ شاخ پھلوں، پھولوں، پتوں سے لدی ہوئی ہو تو وہ جھکی ہوئی ہوتی ہے۔ صراحی جھکتی ہے تو فیض پہنچاتی ہے۔ تکبر ذلت و رسوائی کا دروازہ ہے، عاجزی عزت و بزرگی کا سرمایہ ہے، تکبر نفرت کا اور عاجزی محبت کا ہرا بھرا تناور پھل دار درخت ہے۔ تکبر عداوت کی خو (عادت) پیدا کرتا ہے۔ عاجزی محبوبیت کی بو بکھیرتی ہے۔ تکبر بدامنی کا ضامن اور عاجزی سکون کی ذمہ دار ہے۔ تکبر بدنامی، بے عزتی کے اندھیرے و گہرے گڑھے میں پہنچا کر دم لیتا ہے۔ عاجزی آسمان کی بلندیوں پر پہنچا کر بھی ساتھ نہیں چھوڑتی۔ تکبر تنہائیوں کا جنگل اگاتا ہے، عاجزی عاشقوں کا جمگھٹا تخلیق کرتی ہے۔ تکبر حسرت، حسد اور کینے کے

تمبو تنتا ہے، عاجزی رواداری، فیض، ہمدردی، بھائی چارگی کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر جاری رکھتی ہے۔

انسان کی حقیقت:

انسان اگر اپنی حقیقت کو ہمیشہ مدنظر رکھے تو عاجزی اس کا اوڑھنا بچھونا بن جائے۔ انسان کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی ابتدا ایک ناپاک قطرے سے ہے۔ اس دنیا میں آمد سے پہلے نہایت تنگ و تاریک جگہ پر رہنا پڑا ہے۔ دنیا میں آمد کا راستہ بھی کوئی قابل فخر راستہ نہیں ہے۔ اگر سر کے بالوں کی صفائی نہ ہو تو اس میں جوئیں پڑ جائیں، ناک سے رینٹ (ناک کی غلاظت) بہتی ہے، منہ سے رال ٹپکتی ہے، بلغم تھوکتا ہے، دانتوں کی صفائی نہ کی تو منہ سے بدبو کے بھبکے اٹھتے ہیں، پسینہ بدبو مارتا ہے، غسل کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے سارے بدن پر خارش ہو جاتی ہے، کھجا کھجا کر کھال چھل جاتی ہے مگر آرام نہیں پاتا، دمہ ہو جائے تو دم نہیں مار سکتا، خون خراب ہو جائے تو سارے جسم پر پھوڑے پھنسیوں کا راج ہو جاتا ہے، کچھ دیر بیٹھ جائے تو پیر سن ہو جاتے ہیں، سونا چاہے تو نیند اڑی ہوئی ہو، نیند کا غلبہ ہو تو آنکھیں کھلی نہ رکھ سکے، اپنے خراٹوں پر قابو نہ پا سکے اور پاس والے بیزار رہیں، گیس کا غلبہ ہو تو اپنی ذات سے اسے روک نہ سکے، انتہائی خوشبودار غذائیں کھائے اور نہایت غلیظ اور بدبودار بنا کے نکالے، قبض ہو جائے تو ناچتا پھرے، دست ہو جائیں تو بھاگتا پھرے، جسم سے نکل کر بہنے والا خون اس کا ناپاک، کھانسی کا دورہ پڑ جائے تو اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے، آواز بیٹھ جائے تو از خود اسے اٹھا نہ سکے وغیرہ وغیرہ، ان حقائق کے حامل کے لئے تکبر نہیں عاجزی ہی مناسب ہے۔

کھٹملوں کی بہتات ہو جائے تو اپنی ذات کے اندر اس کا علاج نہ پائے (باہر کے اسباب کا سہارا لینا پڑے)، مچھروں کی یلغار ہو جائے تو مقابلے نہ کر سکے، ایک مکھی پیچھے پڑ جائے تو جان نہ چھڑا سکے، چھچھوندر، چوہوں، لال بیگ، چھپکلی میں سے کسی نہ کسی سے خوف کھائے، ایسے حقیر جاندار سے عاجز ہو جانے والے کمزور انسان کے لئے تکبر نہیں عاجزی ہی مناسب ہے۔ آندھی آ جائے تو اڑ جانے کا خطرہ، موسلا دھار بارش و سیلاب میں بہہ جانے کا خطرہ، حبس میں سانس رک جانے کا خطرہ، تیز دھوپ و گرمی میں جل جانے کا خطرہ، شدید سردی میں ٹھٹھر جانے کا خطرہ، ایسے بے بس و لاچار انسان کے لئے تکبر نہیں عاجزی ہی مناسب ہے۔

بیماریوں کے حملے ہوں تو اپنی ذات کے ذریعے بچاؤ کا کوئی بندوبست نہ کر سکے۔ بندوبست تو کیا کر سکتا اس کو تو پتہ ہی تب چلتا ہے جب بیماریاں اپنا پڑاؤ (ٹھہرنے کی جگہ) خاموشی سے ڈال چکی ہوتی ہیں۔ بیماریوں کے آنے کے بعد اپنی ذات کے اندر ایسا کوئی انتظام نہیں پایا جس کے ذریعے ان بیماریوں کو بے دخل (خارج) کر سکے، غضبِ خدا! ایک ایک فرد کتنی کتنی مہلک بیماریاں اپنے اندر لئے پھر رہا ہے۔ آج سے پچاس، ساٹھ سال پہلے کے لوگ اپنی اپنی زمینیں، جائیدادیں، خزانے، اولاد کی کثرت گنوایا کرتے تھے، آج کا انسان اپنی مہلک بیماری گنواتا ہے اور فخر سناتا ہے، مجھے بلڈ پریشر بھی ہے، ایڈز بھی ہے، کینسر بھی ہے، ہیپاٹائٹس سی بھی ہے، شوگر بھی ہے، فالج بھی ہے، ڈپریشن، ذہنی دباؤ، گھبراہٹ، وحشت اور دہشت نے تو نفسیاتی مریض بنا کر رکھ دیا ہے، کیا ان مصائب کے شکار انسان کو تکبر زیبا ہے؟ اس کے لئے تو عاجزی ہی مناسب ہے۔ انجانا خوف ہر وقت بے چین رکھتا ہو، ذرا سی آہٹ سے ڈر جائے، خوف کا سامنا ہو تو پیشاب نکل جائے، خون سوکھ جائے، کاٹو تو خون نہ نکلے، زبان بند ہو جائے، رنگ اڑ جائے، گھگھی (خوف کے مارے سسکنے کا عالم) بندھ جائے، ٹانگیں کپکپانے لگ جائیں، ہاتھ لرزنے لگیں، آنکھیں بہنے لگیں، کیا بزدلی کی اس معراج پر پہنچے ہوئے انسان کو یہ موزوں ہے کہ وہ تکبر کرے؟ اس کے لئے عاجزی ہی مناسب ہے۔

جب دنیا میں آتا ہے ہر ہر حوالے سے بے بس ہوتا ہے۔ طویل عرصے تک اپنی ہر ہر حاجت اور خواہشات پوری کرتے رہنے کے لئے دوسروں کا محتاج رہنا پڑتا ہے، خودداری کا دور دور تک پتہ نہیں ملتا، جوں جوں عمر بڑھتی جائے یادداشت کھو بیٹھے، ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھے (نہ وزن اٹھا سکے، نہ بے سہارا چل سکے، نہ سیدھا کھڑا ہو سکے) نہ آنکھوں سے دکھائی دے، نہ کانوں سے سنائی دے، نہ بات سمجھے، نہ اپنوں کو پہچانے، نہ بھاری مرغن غذا کھا سکے، نہ حاجت کو کنٹرول کر سکے، نہ فارغ رہ سکے، نہ مصروف ہو سکے، سانس لے تو ہانپنے لگے، نہ سوچ سکے، نہ بول سکے، بے بسی کے اس پیکر کا تکبر سے کیا واسطہ؟ اس کے لئے تو عاجزی ہی مناسب ہے۔

یہ عاجزی ہے کیا؟ سادگی اختیار کرنا، دوسروں کے سامنے جھکے رہنا، اپنے سے کمزور سے طاقت کے باوجود بدلہ نہ لینا (جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ بدلہ نہیں لیتا)، قصوروار کو معاف کر دینا، اپنے قصور پر ہر چھوٹے بڑے سے معافی مانگ لینا، ہر چھوٹے بڑے سے ہنستے منہ ملنا، اپنے غصے کو قابو میں رکھنا، اپنے مال سے حاجت مندوں کی امداد بغیر احسان جتائے جاری رکھنا، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کی عزت اور علمائے کرام کا اکرام کرنا، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ سمجھتے ہوئے ان سے حسن اخلاق سے پیش آنا۔ سائلین کو نہ دھتکارنا، فخر و گھمنڈ اور غرور سے باز رہنا، کسی پر بھی اپنی بڑائی نہ جتلانا، کسی کی بھی تحقیر نہ کرنا، کسی پر بھی ظلم نہ کرنا، ملاقاتیوں کو وقت دے کر مطمئن کرنا وغیرہ وغیرہ۔

☆☆..........☆☆

صحافت ذہنی قیادت کا درجہ رکھتی ہے

اسے اخلاقی تباہی کا ذریعہ نہ بنائیے

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

صحافت کسی قوم کے ذہن کی تعمیر وتخریب میں جواہم کردارادا کرتی ہے وہ کسی بھی ہوش مندانسان سے مخفی نہیں۔ موجودہ دور میں اخبارات اوررسائل ایسی چیزیں ہیں جن سے کوئی پڑھا لکھا گھرانہ خالی نہیں ہوتا لہٰذاان کے ذریعہ صحیح بات کوگھر گھر پہنچایا جاسکتا ہے، خاص طور سے روزنامہ اخبارات آج کل کی زندگی کا لازمی جزبن کر رہ گئے ہیں یہاں تک کہ جوان پڑھ لوگ ان کو پوری طرح سمجھ نہیں سکتے وہ بھی ان سے بالواسطہ یا بلاواسطہ متاثر ہوکر رہتے ہیں۔

ان حالات میں اخبارات کے ارباب ادارت اوراصحاب انتظام پر پوری قوم کی زبردست ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ انہوں نے زندگی کے جس شعبے کو اختیار کیا ہے وہ محض ایک تجارتی پیشہ یا ایک ذریعہ معاش نہیں ہے بلکہ قوم کی ذہنی قیادت ورہنمائی کا ایک ایسا منصب ہے جو بڑی نازک ذمہ داریوں کا حامل ہے، کسی انسان کی معاشی ضروریات اگر کسی قومی یا اجتماعی خدمت کے ساتھ وابستہ ہوجائیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے کیونکہ اس مقام پر اس کی دنیا وآخرت دونوں کی بھلائی ایک ہی کام سے حاصل ہوجاتی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کام کو خالص تجارت قرار دے کر اس کے اجتماعی فوائد کو تجارتی منافع کے بھینٹ چڑھادیا جائے۔

افسوس ہے کہ جب ہم اس نقطہ نظر سے اپنے ملک کی صحافت کا جائزہ لیتے ہیں تو حسرت اور مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ پچھلے اٹھائیس سال میں ہماری صحافت نے نئی نسل کا مزاج بگاڑنے، اس کے اخلاق خراب کرنے اور اسے نفسانی خواہشات کا غلام بنانے میں کوئی کسر اٹھانہیں رکھی، ایک صحافی کا فرض یہ ہے کہ وہ جس بات کو اپنے قومی حالات کے لحاظ سے حق سمجھتا ہے، اسے بے خوف وخطر حق کہے اور اس کے اظہار میں کسی لالچ یا خوف کو حائل نہ ہونے دے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہماری صحافت میں حق وناحق کے فیصلے اکثر وبیشتر حکومت یا عوام کے تیور دیکھ کر کئے جاتے رہے ہیں۔

ہمارے ارباب صحافت کا ایک گروہ وہ ہے جو ہر صاحب اقتدار کی مدح وتوصیف کا خوگر رہا ہے یہاں تک کہ ایسی مثالیں بھی ہماری صحافت میں ایک دونہیں بے شمار ہیں کہ ایک ہی شخص کسی صاحب اقتدار کو اس کے عہد حکومت میں آفتاب ومہتاب قرار دیتا ہے اور اس کے ہر جائز وناجائز فعل پر احسنت ومرحبا کی صدائیں بلند کرتا ہے، لیکن جب اس کا اقتدار ڈھلتا ہے اور اس کا کوئی مخالف حکومت کی کرسی سنبھالتا ہے تو اسے بدترین آمر اور اس کے عہد حکومت کو بدترین عہد حکومت قرار دینے میں اسے کوئی باک محسوس نہیں ہوتا۔

دوسری طرف اہل صحافت کا ایک گروہ وہ ہے جس کا مطمح نظر عوامی مقبولیت اور عوام کی تحسین و آفرین کا حصول ہے اور اس مقصد کے لئے وہ عوام کی رہنمائی کرنے کے بجائے ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا ہے اور ہر ایسی بات کہنے سے پرہیز کرتا ہے جس سے عام لوگوں کی تعریف وتوصیف حاصل نہ ہوسکے۔ ہماری شامت اعمال یہ ہے کہ ہمیں ایسے حکمران کبھی میسر نہیں آسکے جنہیں عام ہردلعزیزی حاصل ہو، اس کے نتیجے میں ملک کی فضا کچھ ایسی بن گئی ہے کہ حکومت کے خلاف لکھنے والا عوام میں ہیرو بنتا ہے اور بات کی ذاتی خوبی وخرابی سے قطع نظر مجرد حکومت کی مخالفت پر عوامی تحسین وآفرین حاصل ہوتی ہے، چنانچہ بعض اہل صحافت نے حکومت کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے اور بسا اوقات اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ ایسا کرنا ہمارے اجتماعی مقصد کے لئے ضروری یا مفید ہے بلکہ اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اس کے صلے میں عوام کی طرف سے حق گوئی وبے باکی کے خطابات وصول ہوں گے اور گلے میں تحسین وتبریک کے ہار ڈالے جائیں گے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام کی جو فکری رہنمائی اخبارات کے ذریعہ ہوسکتی تھی وہ حکومت کے موافق اور مخالف دونوں قسم کے اخبارات سے حاصل نہیں ہوتی۔

پھر اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ آج کے اخبارات اپنا ظاہری ڈھانچہ مرتب کرتے وقت کبھی بھی یہ سوچنے کی زحمت گوارانہیں کرتے کہ قوم پر اور خاص طور پر ناپختہ ذہنوں پر اس کے کیا

اثرات مرتب ہوں گے؟ ہمیں یہ لکھتے ہوئے انتہائی دکھ ہوتا ہے کہ تجارتی منافع کی دوڑ میں ہماری صحافی برادری نے عفت واخلاق کی ہر قدر کو پامال کر ڈالا ہے۔ عریانی وفحاشی کو فروغ دینے میں ہر اخبار دوسرے سے آگے نکل جانے کی فکر میں ہے۔ سینما کے اشتہارات کا حصہ جس قدر متعفن اور اخلاقی جذام کا حامل ہوتا ہے وہ تو کسی تشریح کا محتاج ہی نہیں۔ عام خبروں کا حصہ بھی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شریف اور باحیا انسان اسے اپنے بچوں کے سامنے نہیں پڑھ سکتا، اخلاقی جرائم کی خبریں بہت ممتاز اور نمایاں کرکے شائع کی جاتی ہیں اور ان کی تفصیلات مزے لے لے کر قسط وار بیان ہوتی ہیں اور کچھ نہیں تو کسی غیر ملکی فاحشہ کی معمولی نقل وحرکت کی خبر شائع کرنے کے بہانے اس کی نیم عریاں تصویر شائع کردی جاتی ہے، خاص طور سے شام کے اخبارات نے تو اس معاملے میں قیامت ہی ڈھا رکھی ہے اور ان کا کوئی شمارہ اس قسم کی اخلاق سوز تصویروں سے خالی نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ اگر کسی غیر ملکی شہزادی نے کسی شخص سے ناجائز تعلقات قائم کر رکھے ہیں یا کوئی مشہور خاتون کسی جزیرے میں اپنے شوہر کے ساتھ ہنی مون منا رہی ہے تو پاکستان کے نوجوانوں نے کیا قصور کیا ہے کہ اس کی تفصیلات سنا سنا کر ان کا ذہن خراب کیا جائے؟ ایسی کونسی خبر ہے جس سے واقف ہونا اہل پاکستان کے لئے ناگزیر ہے؟ یا اگر کسی ایکٹر یا ایکٹریس میں باہمی ناچاقی کے بعد کوئی سمجھوتہ ہوگیا ہے تو پاکستان کی نوخیز نسل کے ذمہ کیا فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کی تمام تفصیلات سے باخبر ہو؟ لیکن ہمارے اخبارات ہیں کہ اس نوع کی خبروں کو چار دانگ عالم سے اکٹھا کرکے ان کا سڑا ہوا ملغوبہ ہماری نوجوان نسل کے آگے اس طرح لا ڈالتے ہیں جیسے دنیا بھر میں اس سے اہم خبر کوئی نہیں۔

صحافت کو محض ایک ذریعہ تجارت بنالینا بجائے خود ایک مذموم حرکت ہے، لیکن ناپختہ ذہنوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر معاشی منافع حاصل کرنا تو تجارت کی بھی سب سے بدتر اور سب سے گھناؤنی قسم ہے، چہ جائیکہ صحافت جیسے مقدس کام کو اس سے ناپاک کیا جائے۔ لیکن افسوس اور صد افسوس ہے کہ ہماری صحافت میں اس پاکی وناپاکی کا احساس عنقا ہوتا جارہا ہے اور روز بروز اس خطرناک طرز عمل کی سنگینی میں اضافہ ہورہا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں نوبت کہاں تک پہنچ گئی ہے؟ اس کا اندازہ کرنے کے لئے آج سے بیس سال پہلے کے اخبارات کا موازنہ آج کے اخبارات سے کرکے دیکھ لیجئے! اندازہ ہوجائے گا کہ عریانی وفحاشی کے جذام نے کس رفتار سے ہماری صحافت میں سرایت کی ہے۔

آج کی نشست میں ہم اپنے ملک کے مدیران جرائد سے یہ التجا کرنا چاہتے ہیں کہ خدارا! اس ستم رسیدہ قوم کی حالت پر رحم کیجئے جو مادی اور اخلاقی اعتبار سے گوناگوں تباہیوں کا سامنا کررہی ہے۔ یہ قوم نہ اپنے مزاج ومذاق اور دین ومذہب کے لحاظ سے ان عیاشیوں کی متحمل ہے اور نہ اس کے مادی وسائل وذرائع اس کی اجازت دیتے ہیں۔ دنیا کی دوسری اقوام عریانی وفحاشی اور عیش پرستی اختیار کرکے دنیا میں کچھ روز مزے اڑاسکتی ہیں لیکن یہ مسلمان قوم جس کا خمیر کلمہ لا الہ الا اللّٰہ سے اٹھا ہے اس کے لئے عیش ونشاط اور طاؤس ورباب کا راستہ اختیار کرنے کے بعد تباہی وبربادی کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فکری قیادت کا منصب عطا کیا ہے، آپ اپنی مخلصانہ جدوجہد کے ذریعہ اس قوم کو اخلاق وشرافت کے بام عروج تک لے جاسکتے ہیں اور پھر انسانیت کی خدمت کے لئے اور اس قوم کے سارے کارنامے آپ کے نامۂ اعمال میں لکھے جاسکتے ہیں۔ آپ کا فریضہ یہ ہے کہ اگر نئی نسل کسی غلط سمت کا رخ کررہی ہے تو آپ اپنی حکمت وبصیرت اور اپنی محبت وشفقت سے اس کا رخ بدلنے کی کوشش کریں، نہ یہ کہ بے راہ روی میں اس کی حوصلہ افزائی کے مرتکب ہوں۔ آپ کے اسلاف نے آپ کو غیرت وحمیت اور عفت وعصمت کی میراث عطا کی تھی لیکن آپ اپنے بچوں کے لئے کیا چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں؟ بے حیائی، بداخلاقی، آبرو باختگی اور ذلت ورسوائی؟؟

آپ کی نگاہ اس تھوڑی سی زائد آمدنی پر ہے جو اس قسم کی فحش اور عریاں مضامین اور اشتہارات کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے لیکن خدا کے لئے سوچئے کہ کیا تھوڑی سی زائد آمدنی جو مسلسل نئی نسل کے اخلاق تباہ اور ذہن برباد کررہی ہے، ضمیر کو سکون اور روح کو قرار عطا کرسکتی ہے؟

یہ ساری آمدنی اور اس کے ذریعہ تعمیر ہونے والے عشرت کدے تو بالآخر یہیں رہ جائیں گے لیکن آخر میں اس کے سنگین نتائج اور دنیا میں ان کی انمٹ بدنامی بھی ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

”ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والآخرة۔“ (النور)

ترجمہ: ”بلاشبہ جو لوگ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لئے دنیا میں اور آخرت (دونوں) میں دردناک عذاب ہے۔“

لہٰذا خدا کے لئے اپنے اخبارات کے طرز عمل پر نظر ثانی کیجئے، ان میں اخلاقی جرائم کی خبریں، فحش

(باقی صفحہ......پر)

نفاذِ اسلام کی جدوجہد

اور اسلامی نظریاتی کونسل کے مسودات

مولانا زاہد الراشدی

ملی یکجہتی کونسل پاکستان کے گزشتہ دنوں منصورہ میں منعقد ہونے والے سربراہی اجلاس میں شرکت کے حوالہ سے اپنے تاثرات ایک کالم میں ذکر کر چکا ہوں، اس کے بعد کونسل کے سیکرٹری جنرل جناب لیاقت بلوچ کی طرف سے مکتوب موصول ہوا کہ سربراہی اجلاس میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر قانون سازی کے امکانات اور طریق کار کا جائزہ لینے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جس کی مسؤلیت راقم الحروف کے سپرد کی گئی ہے۔ میری متنوع مصروفیات اور جسمانی عوارض کا حال یہ ہے کہ بہت سے کاموں سے جی چاہتے ہوئے بھی معذرت اور گریز کا راستہ اختیار کرنے پر خود کو مجبور پاتا ہوں مگر نفاذ اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے دو محاذ ایسے ہیں کہ کسی خدمت کا موقع ملنے پر اس سے گریز میرے بس میں ہی نہیں رہتا۔ چنانچہ اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہوئے میں نے تھوڑے بہت کام کا آغاز کر دیا ہے۔ ۳ رنومبر کو عزیزم حافظ شفقت اللہ کے ہمراہ اسلام آباد میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ہیڈ کوارٹر میں حاضری دے کر کونسل کے سیکرٹری ڈاکٹر حافظ اکرام الحق اور رکن جناب جسٹس (ر) محمد رضا سے تفصیلی مشاورت کی سعادت حاصل کی ہے۔ ڈاکٹر حافظ اکرام الحق کے ساتھ تو اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے مگر جسٹس موصوف کے ساتھ یہ پہلی ملاقات تھی جو خاصی خوشگوار اور حوصلہ افزا ثابت ہوئی۔

جسٹس (ر) محمد رضا محترم پاکستان کے لاء سیکرٹری رہے ہیں، اب اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن ہیں اور اسلامائزیشن کے اس علمی، فکری اور تحقیقاتی کام میں معاونت کے لیے رضا کارانہ طور پر روزانہ دفتر تشریف لاتے ہیں۔ مضبوط دینی و قومی ذہن رکھتے ہیں اور اسلامائزیشن کی جدوجہد کی مرحلہ وار تاریخ اور اس کام کی نزاکتوں وضروریات سے باخبر ہیں۔ مختلف مسائل پر ان سے گفتگو ہوئی اور اندازہ ہوا کہ کام ترتیب اور سلیقے سے کیا جائے تو اس کار خیر کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور مشکلات پر بہت حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔

اس موقع پر کونسل کے سیکرٹری ڈاکٹر حافظ محمد اکرام الحق یاسین نے کونسل کی شائع کردہ ایک کتاب مرحمت فرمائی جو ۱۹۶۲ء سے ۲۰۱۳ء تک کونسل کی سرگرمیوں، سفارشات اور قانونی مسودات کا ایک جامع اور معلوماتی اشاریہ ہے اور اسلامائزیشن سے دلچسپی رکھنے والے راہنماؤں، علماء کرام، کارکنوں، وکلاء اور محققین کے لیے گراں قدر تحفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی ایک زیر طبع کتاب کا مسودہ بھی دکھایا جو اسلامی نظریاتی کونسل کی اب تک کی سفارشات کا خلاصہ پیش کرتی ہے اور پاکستان میں نفاذ اسلام کے لیے مسلسل جاری جدوجہد کے مختلف مراحل کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ مسودہ میں پہلے دیکھ چکا تھا اور ڈاکٹر صاحب محترم کی فرمائش پر میں نے اس کا پیش لفظ بھی تحریر کیا ہے۔ اس وقیع علمی، تحقیقی اور فکری جدوجہد پر کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی، سیکرٹری ڈاکٹر حافظ اکرام الحق اور دیگر ارکان بالخصوص جسٹس (ر) محمد رضا شکریہ اور تبریک کے مستحق ہیں۔

زیر طبع کتاب کے بارے میں پیش لفظ کے طور پر جو گزارشات میں نے پیش کیں وہ درج ذیل ہیں:

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ چند سال پہلے کی بات ہے کہ کراچی میں ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل کے پروگرام کے لیے مجھے بلایا گیا، پروگرام کا موضوع یہ تھا کہ ''کیا پاکستان میں نفاذ شریعت کا مطالبہ اور جدوجہد کرنے والے حلقوں نے کوئی ہوم ورک بھی کر رکھا ہے یا یہ محض ایک جذباتی نعرہ ہی ہے؟'' اس پروگرام کے اینکر نے انتہائی تیکھے لہجے میں یہ سوال کیا اور محفل میں شریک ایک بزرگ کی طرف رخ پھیر کر ان سے جواب کے متقاضی ہوئے۔ مجھے اس طریق واردات کا پہلے سے اندازہ تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ جن صاحب سے سوال کا جواب مانگا جا رہا ہے ان کی اس حوالہ سے تیاری نہیں ہے، اس لیے میں نے تھوڑی سی سختی کے ساتھ مداخلت کی اور کہا کہ اس سوال کا جواب میں دوں گا۔ چونکہ پروگرام لائیو تھا، اس لیے وہ زیادہ مزاحمت نہ کر سکے اور میرا جواب انہیں سننا پڑا۔

میں نے عرض کیا کہ نفاذ شریعت کے حوالہ سے پاکستان کے علماء کرام اور دینی حلقوں کا ہوم ورک اور فائل ورک اس قدر مکمل اور جامع ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں نفاذ اسلام کے لیے پیش رفت ہو تو ہمارا یہ ہوم ورک اس کے لیے بنیادی اور اصولی راہنمائی فراہم کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ طالبان کے دور حکومت میں مجھے قندھار جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے ان کے ذمہ دار حضرات کے سامنے تجویز رکھی کہ وہ اس سلسلہ میں پاکستان میں اب تک ہونے والے ہوم ورک سے استفادہ کریں اور اسے سامنے رکھ کر افغانستان کے ماحول اور ضروریات کے دائرے میں اسلامائزیشن کی طرف پیش رفت کریں۔ ٹی وی چینل کے مذکورہ پروگرام میں اس حوالہ سے میں نے تین کاموں کا ذکر کیا:

ا:... ''پرائیویٹ سطح پر مختلف مکاتب فکر

کے اکابر علماء کرام کی مشترکہ کاوشیں جو ۲۲ دستوری نکات اور اس طرز کی دیگر بہت سی دستاویزات کی صورت میں موجود ہیں اور جن پر تمام مکاتب فکر آج بھی متفق ہیں۔

۲:.... حکومتی سطح پر قیام پاکستان کے بعد علامہ محمد اسدؒ کی راہنمائی میں قائم ہونے والے ادارہ اور اس کے بعد تعلیمات اسلامیہ بورڈ، اسلامی مشاورتی کونسل، اور اسلامی نظریاتی کونسل کی مسلسل محنت اور ان کی وقیع رپورٹیں۔

۳:... وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کے شریعت اپلیٹ بینچ کے متعدد اہم فیصلے جو نفاذ شریعت کے لیے اصولی اور عملی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔"

میری طالب علمانہ رائے میں اگر ان تین دائروں کی علمی کاوشوں کو منظم اور مرتب انداز میں سامنے لایا جائے تو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نفاذ اسلام کے بارے میں اور کسی طرف دیکھنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔ ہمارے ہاں جو کمی ہے وہ راہنمائی کی نہیں بلکہ عملی اقدامات کے لیے سنجیدگی کی ہے اور ہمیشہ یہ غیر سنجیدگی ہی شرعی قوانین کے نفاذ میں حائل رہی ہے۔

البتہ ان علمی کاوشوں اور اجتہادی مساعی کے وقیع اور جامع ہونے کے ساتھ ساتھ جہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ انہیں فنی زبان واسلوب کے ساتھ عوامی انداز میں منتقل کر کے منظم اور مرتب صورت میں سامنے لایا جائے، وہاں اس بات کا خلا بھی میرے جیسے نظریاتی کارکنوں کو محسوس ہوتا ہے کہ ان علمی و اجتہادی مساعی کے واقعاتی پس منظر اور مراحل کو بھی واضح کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ علمی و فکری دنیا میں کسی بھی ارتقاء و تبدیلی اور تشکیل نو کے سماجی تناظر اور واقعاتی پس منظر کو سمجھے بغیر اس کی افادیت و اہمیت کا پوری طرح ادراک نہیں کیا جا سکتا اور یہ الجھن صرف مذکورہ بالا علمی اداروں کے کام میں نہیں بلکہ ہمارے مفتیان کرام کے ان شخصی فتاویٰ کے بارے میں بھی درپیش ہے کہ ماحول، عرف اور تعامل میں تبدیلی کے باعث کسی مسئلہ میں روایتی موقف سے ہٹ کر کوئی رائے اختیار کی جاتی ہے تو وجہ واضح نہ ہونے کی وجہ سے وہ رائے کنفیوژن کا باعث بن جاتی ہے۔

چنانچہ اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کے شریعت اپلیٹ بینچ جیسے اداروں کے علمی اور اجتہادی فیصلوں کے ساتھ ساتھ ان کے واقعاتی پس منظر، سماجی ضرورت اور ضرورت و تعامل کے تقاضوں کو عام فہم انداز میں واضح کرنا بھی ضروری ہے اور میرے خیال میں تاریخی پس منظر اور واقعاتی ماحول کے مرحلہ وار تذکرہ سے یہ ضرورت کسی حد تک پوری ہو جاتی ہے۔

اس کے ساتھ ایک بات اور بھی توجہ طلب ہے کہ پاکستان میں نفاذ اسلام کی جدوجہد کے بارے میں سیکولر حلقوں کی طرف سے تسلسل کے ساتھ یہ بات دہرائی جا رہی ہے کہ یہ محض ایک سیاسی نعرہ تھا جو تحریک پاکستان میں عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لیے لگایا گیا تھا جبکہ پاکستان کے قائدین کے ذہن میں اس کے لیے کوئی باقاعدہ اور مربوط پروگرام نہیں تھا اور نہ ہی وہ پاکستان میں شرعی احکام و قوانین کے عملی نفاذ کے لیے سنجیدہ تھے۔ سیکولر حلقوں کے اس موقف سے تحریک پاکستان کی قیادت کے فکری اور اخلاقی معیار کے بارے میں کیا تاثر قائم ہوتا ہے، وہ اس سے بے پروا ہو کر اس بات کو ہر سطح پر اور ہر موقع پر دہراتے چلے جا رہے ہیں۔ اس بے بنیاد اور غیر معقول موقف کی حقیقت واضح کرنے کے لیے بھی ضروری ہے کہ قیام پاکستان سے قبل اور اس کے بعد تحریک پاکستان کے قائدین کی طرف سے کی جانے والی کوششوں کو منظم انداز میں سامنے لایا جائے تاکہ تحریک پاکستان کی قیادت پر لگائے جانے والے اس الزام کو صاف کیا جا سکے کہ انہوں نے محض مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے سیاسی طور پر پاکستان میں نفاذ اسلام کا نعرہ لگا دیا تھا۔

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے سیکرٹری محترم ڈاکٹر حافظ اکرام الحق ہم سب کی طرف سے شکریہ و تبریک کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور زیر نظر کتاب میں مرحلہ وار تاریخی حقائق کو مرتب کر کے اس گرد و غبار کو صاف کر دیا ہے جو نفاذ اسلام کے بارے میں تحریک پاکستان کے قائدین کے موقف اور کردار کے حوالہ سے مسلسل اڑایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازیں اور ان کی اس تحقیقی کاوش کو زیادہ سے زیادہ نافع بنائیں، آمین یارب العالمین۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۹ نومبر ۲۰۱۶ء)

سانحۂ ارتحال

کراچی.... جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مرکزی راہنما مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کے خالہ زاد بھائی مولانا عبدالشکور ۸ نومبر ۲۰۱۶ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۹ نومبر کو موصوف کی نماز جنازہ بقیۃ السلف، امام المحدثین حضرت مولانا شیخ سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے پڑھائی، جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء کرام اور عوام الناس نے شرکت کی۔ موصوف نے اپنے لواحقین میں ۳ بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑے ہیں۔ موصوف گزشتہ ایک سال سے کینسر کے مرض میں مبتلا تھے۔ مرحوم نہایت نرم مزاج، ملنسار اور خوش طبیعت کے مالک تھے اور بچپن سے جمعیت علماء اسلام کے پر جوش ساتھی تھے اور جمعیت علماء اسلام کی کارکردگی پر بہت زیادہ مطالعہ رکھتے تھے اور حالات حاضرہ پر نتیجہ خیز نگاہ رکھتے تھے اور اپنے نانا جان (قاضی اللہ داد) کے نقش قدم پر چل کر ختم نبوت کی تمام تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا گو ہے اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتی ہے۔

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بنا پر طویل ہو گیا تو انہوں نے اس کا نام معتمد اور غیر معتمد تفاسیر رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کردیا۔ افادہ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ ختم نبوت میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

(۱) حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

عرض حال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَلَّذِیْنَ اَوْفَوْا عَہْدَہٗ . اَمَّا بَعْدُ:

فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ ﴿وَاِنَّہٗ لَکِتَابٌ عَزِیْزٌ لَّا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ﴾(حم السجدۃ:۴۲)

اور یقیناً وہ (قرآن) عزت وعظمت والی کتاب ہے جس میں نہ آگے اور نہ پیچھے سے غلطی کا دخل ہے حکمت والے تعریفوں والے بادشاہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ محفوظ آسمانی صحیفہ ہے ہر قسم کے لوگ آئے اور گئے مگر یہ کتاب محفوظ ہے اس کے الفاظ کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے ابھی چند دن پہلے کوئٹہ میں مولانا اکرم صاحب کے گھر میں قرآن عظیم کا ایک پرانا نسخہ میں نے دیکھا جو قلمی نسخہ ہے اور ۳۷۱ھ میں لکھا گیا ہے میں نے خود اس میں پونے پارہ قرآن پڑھا بالکل محفوظ کتاب ہے جس کی عمر ایک ہزار چھیاسٹھ ۱۰۶۶ سال ہے آج کل دنیا میں جو قرآن موجود ہے اس قرآن میں اور اُس قدیم پرانے قرآن میں ایک حرف کا فرق نہیں ہے، اگر چہ اس کتاب کے معانی اور مطالب میں اہل باطل نے دست اندازی کی کوشش کی ہے اور آئے روز کرتے رہتے ہیں لیکن وہ اہل باطل کی اپنی سیاہ کاری ہے قرآن مجید کے محفوظ الفاظ کی ترجمانی نہیں ہے۔

بہر حال زیر نظر کتاب کا نام میں نے ''اہل حق اور اہل باطل کی تفاسیر'' تجویز کیا تھا پھر میں نے اس کتاب کا نام صحیح اور غیر صحیح تفاسیر تجویز کیا لیکن حالات کے پیش نظر اس کا ظاہری نام میں نے ''معتمد اور غیر معتمد تفاسیر'' رکھا ہے میں نے اس کتاب میں ان لوگوں کا تعاقب کیا ہے جنہوں نے قرآن عظیم کے معانی اور تفسیر وتشریح میں دست اندازی کی کوشش کی ہے بہر حال میں نے اس کتاب میں قرآن عظیم کی تفسیر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف لکھدی ہے مفسرین کے طبقات کا ذکر کیا ہے اور پھر اہم اور مشہور تفاسیر کے نام لکھے ہیں اس کے صفحات اور مجلدات کا تذکرہ کیا ہے اور ہر مفسر کا تفسیر میں اس کے اپنے رجحان کو بھی بیان کیا ہے گویا یہ کتاب علوم القرآن پر مشتمل ایک چھوٹا سا نادر تحفہ ہے میرا دل چاہتا ہے کہ یہ کتاب ہر عالم اور ہر طالب علم کے پاس ہروقت موجود ہو اہل حق کی تفاسیر کے مقابلے میں برصغیر میں اہل باطل کی تفاسیر کا تذکرہ بھی میں نے کیا ہے اور ان مقامات کو ظاہر کیا ہے جہاں ان اہل باطل نے تفسیر میں تحریف کی ہے، یا اہل حق کے صحیح منہج سے الگ راستہ اختیار کیا ہے، بڑی محنت کر کے ایک دقیق بحث کے ذریعہ سے ان تحریفات کو کھولا ہے قابل گرفت عبارات کو پیش کر کے حوالہ دیا ہے اور پھر قابل گرفت مواضع پر تبصرہ کیا ہے اور مقدور بھر تنقید کی ہے تا کہ احقاق حق اور ابطال باطل کا حق ادا ہو جائے۔

برصغیر میں اہل باطل کی تفاسیر کی ابتداء سرسید احمد خان کی تفسیر سے ہوتی ہے پھر علامہ حمید الدین فراہی کی تفسیر ہے پھر غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں کی چند تفاسیر ہیں پھر علامہ عنایت اللہ مشرقی کی تفسیر ہے پھر چوہدری غلام احمد خان پرویز کی تفسیر ہے پھر علامہ وحید الدین خان کی تفسیر ہے پھر مودودی صاحب کی تفسیر ہے پھر جناب امین احسن اصلاحی کی تفسیر ہے پھر جناب جاوید احمد غامدی صاحب کی تفسیر ہے۔ کنز الایمان کے نام سے بھی ایک تفسیر ہے لیکن میں نے اس کو نہیں چھیڑا ہے۔

مجھے ان لوگوں سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہے نہ میں نے ان کی ذاتی زندگی پر گفتگو کی ہے ان میں سے کچھ ایسے حضرات بھی ہونگے کہ معاشرہ میں بہت سارے لوگ ان کے چاہنے والے ہوں گے اور میری تحریر ان پر گراں بھی گزرتی ہوگی لیکن میں ان

سے گزارش کرتا ہوں کہ میں نے جو لکھا ہے اور ان کی تفسیری غلطیوں کی نشاندہی کی ہے یہ حضرات پہلے ان غلطیوں کو پڑھیں اور پھر خود سوچیں کہ کس معیار پر یہ تفسیر لکھی گئی ہے اس کے بعد میرے تبصرے کو بھی پڑھیں اگر ان کے ذہن میں صحیح نقشہ آ گیا اور انہوں نے حقیقت کو پا لیا تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کو قبول کر لیں اور اپنے گزشتہ فروگزاشتوں پر نظر ثانی کریں اور حق کا ساتھ دیں، ان اہل باطل مفسرین میں بعض تو ایسے ہیں جو بالکل راہ حق سے گمراہ ہو چکے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو راہ راست سے کسی حد تک دور نکل چکے ہیں گویا کوئی اول کوئی دوم کوئی سوم درجے کے پریشان حال ہیں ان کی تفاسیر کے پڑھنے والے حضرات جب ان کی عبارات پڑھیں گے اور میرے تبصرے دیکھیں گے تو ان شاء اللہ ابہام کے بادل چھٹ جائیں گے اور حق کی طرف رجوع کرنے میں آسانی ہوگی ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

بہرحال میرا اصل مقصد جناب حمید الدین فراہی صاحب اور ان کے شاگرد امین احسن اصلاحی صاحب اور ان کے شاگرد جاوید احمد غامدی کی تفاسیر اور اس کی غلطیاں خاص کر مسلمانوں کے سامنے لا کر ظاہر کرنا ہے کیونکہ ان حضرات کی تعلیمات کا شیدائی جاوید احمد غامدی آج کل ٹی وی اور میڈیا پر آ کر مسلمانوں میں مذہبی انتشار پیدا کر رہے ہیں یہ تینوں حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے منکر ہیں اپنی ضرورت کے لیے حدیث کو بڑے شوق سے بیان کریں گے لیکن حدیث کی ضرورت کو یہ حضرات بالکل تسلیم نہیں کرتے ہیں چنانچہ ان کی ضخیم تفاسیر میں آپ کو احادیث کا تذکرہ نہیں ملے گا ہزاروں صفحات میں پندرہ بیس احادیث بھی ڈھونڈنا مشکل ہے۔

غامدی صاحب نے اپنے نظریات زیادہ تر امین احسن اصلاحی سے لی ہیں، مودودی صاحب کے ساتھ بھی سالہا سال تک رہے ہیں ان کی آزاد خیالی بھی ان میں آئی ہے انکار حدیث میں ان کا مشہور معتقد اور محسن منکر حدیث حبیب الرحمٰن کاندھلوی ہے ان کے غلط نظریات من وعن غامدی صاحب نے قبول کر لیے ہیں، وفات مسیح کی پوری داستان غامدی صاحب نے غلام احمد قادیانی سے مستعار لی ہے سرسید احمد خان سے بھی غامدی صاحب اپنی تفسیر میں استفادہ کرتے ہیں معجزات کے انکار میں فراہی واصلاحی وغامدی سب کے سب تقریباً سرسید کے نظریات سے خوشہ چیں ہیں۔ البتہ آج کل غامدی صاحب وحدت ادیان کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اس طرح غامدی صاحب مسلم امت کے مذہبی فکر کی تشکیل نو کر رہے ہیں جن کے افراد مغرب سے مرعوب، سلف سے دور اور دین سے ناواقف ہوں گے خلاصہ یہ کہ غامدی صاحب تحریک استشراق کا جدید اسلامی نمونہ ہیں پورے دین وشریعت سے انکار کے لیے غامدی صاحب اپنی کتاب میزان میں لکھتے ہیں: ''حدیث سے کوئی اسلامی عقیدہ یا عمل ثابت نہیں ہوتا۔''

(میزان ص:۶۴ طبع دوم)

خدا کی پناہ کہ اس طرح کا آدمی بھی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے اور مفسر قرآن بنتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ الکریم وحبیبہ الوسیم

(جاری ہے)

سانحۂ ارتحال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ فیڈرل بی ایریا کراچی کے مخلص کارکن اور حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کے مرید ومسترشد محمد شیراز عثمانی کے والد گرامی محمد رئیس عثمانی ۹؍صفر المظفر ۱۴۳۸ھ بمطابق ۱۰؍نومبر ۲۰۱۶ء بروز جمعرات بوقت مغرب طویل عرصہ صاحب فراش رہنے کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی نماز جنازہ اسی دن رات ساڑھے دس بجے جامع مسجد رضوان بلاک ۱۴ فیڈرل بی ایریا میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا محمد قاسم نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں کارکنان ختم نبوت علماء، طلباء، صلحا اور اہل محلہ کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

بعد ازاں مرحوم کو محمد شاہ قبرستان، نارتھ کراچی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے ناظم محمد انور رانا اور سید انوار الحسن نے اگلے روز مرحوم کے گھر جا کر پسماندگان سے تعزیت اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی جبکہ مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے سفر پر ہونے کی وجہ سے فون پر اظہار تعزیت کیا۔

محمد شیراز عثمانی کی والدہ محترمہ بھی چند مہینے قبل ہی داغ مفارقت دے گئی تھیں اور اب والد گرامی بھی چل بسے۔ ہم قارئین ہفت روزہ، کارکنان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کے مریدین ومتعلقین سے مرحومین کے لئے خوب سے خوب ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی کامل مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مولانا محمد یوسف رحمانی کا سانحۂ ارتحال

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا محمد یوسف رحمانی خطیب جامع مسجد ڈی چوک میاں چنوں ضلع خانیوال بھی رحلت فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ اور مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا محمد حیاتؒ اپنے جن شاگردوں پر اعتماد و ناز فرمایا کرتے تھے ان میں مولانا محمد یوسف بھی تھے۔

آپ نے اعدادیہ سے عالیہ مشکوٰۃ شریف تک جامعہ خیرالمدارس ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ صرف ونحو شیخ الحدیث مولانا محمد صدیقؒ سے پڑھی۔ دیگر کتب خیر العلماء مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوریؒ، حضرت علامہ محمد شریف کشمیریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی، مولانا غلام مصطفی ملتانیؒ، مولانا عتیق الرحمنؒ اساتذہ کرام جامعہ خیرالمدارس سے پڑھیں۔ دورۂ حدیث جامعہ مخزن العلوم خان پور سے پڑھا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مولانا واحد بخشؒ اور دیگر اساتذہ کرام کا طوطی بولتا تھا۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مؤطین ایسے اساطین وسلاطین علم سے پڑھیں۔ رد قادیانیت و عیسائیت پر تربیت مولانا لال حسین اختر اور فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ سے لی۔ جیسا کہ ابتداء میں مذکور ہوا۔ استاذ محترم مولانا محمد حیاتؒ آپ سے بہت محبت فرماتے۔ راقم کے استفسار پر فاتح قادیان نے فرمایا کہ فن مناظرہ میں جن تلامذہ پر اعتماد و ناز کرسکتا ہوں وہ مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ اور مولانا محمد یوسف میاں چنوں ہیں۔ آپ نے کئی ایک قادیانیوں سے کامیاب مناظرے بھی کئے۔ بندہ جب ۱۹۹۷ء میں لاہور مبلغ ہوکر گیا، ملتان سے لاہور آتے جاتے مولانا سے ملاقات کی کوئی نہ کوئی سبیل نکل آتی اور استاذ محترم مولانا محمد حیاتؒ کی دلچسپ باتیں سنی سنائی جاتیں۔ ایک عرصہ سے جامع مسجد ڈی چوک میاں چنوں کے خطیب چلے آرہے تھے، خطابت و امامت کے ساتھ عملیات پر دسترس رکھتے تھے، جنات، جادو، ٹونہ وغیرہ کے ہزاروں مریض ان سے شفایاب ہوئے۔ مولانا مجلس کے ساتھ بہت محبت فرماتے تھے، جب تک بندہ کی آمد و رفت رہی بہت ہی محبت سے پیش آتے اور مفید مشوروں سے نوازتے۔ آخر عمر میں عملیات میں اتنے مصروف ہوگئے کہ ان سے ملاقات مبلغ کے لئے مشکل ہوگئی۔ بایں ہمہ آپ سے آخری ملاقات ۵؍ ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۹؍ اگست ۲۰۱۶ء کو آپ کی مسجد میں ہوئی، جب بندہ جامع مسجد ابو عبیدہ بن جراح میاں چنوں میں منعقدہ ایک ختم نبوت کورس کے سلسلہ میں میاں چنوں گیا تو خانیوال کے مبلغ مولانا عبدالستار گورمانی سلمہ کی معیت میں حاضری ہوئی۔ ۸؍ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ مطابق ۹؍ نومبر ۲۰۱۶ء کو دل کا دورہ پڑا، کارڈیالوجی سینٹر ملتان لایا گیا، ابھی ٹیسٹ کے مراحل طے کئے جارہے تھے کہ وقت موعود آن پہنچا اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اگلے دن صبح ۱۰ بجے خانقاہ عالیہ قادریہ راشدیہ شیرانوالہ لاہور کے سجادہ نشین حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ اللہ پاک حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔ آمین۔

بقیہ: صحافت ذہنی قیادت کا درجہ....

مضامین اور عریاں اشتہارات کو بند کیجئے، صاف ستھری صحافت کو فروغ دیجئے، قوم کو عریانیت پر مائل کرنے کے بجائے اس میں علم و ادب کا پاکیزہ مذاق پروان چڑھائیے اور ان میں ایک ایسا مستحکم ملی شعور پیدا کیجئے جو اس قوم کو خودداری، غیرت و حمیت اور تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن کرسکے۔

اس صورت حال کی بہت بڑی ذمہ داری اخبارات کے قارئین پر عائد ہوتی ہے۔ ابھی تک ان قارئین کی اکثریت ان حضرات کی ہے جو اخبارات کی اس روش سے نہ صرف یہ کہ خوش نہیں بلکہ اس سے بیزار ہیں لیکن افسوس یہ کہ ہم سب اپنی بے زاری کے جذبات کو دل ہی دل میں گھونٹ کر رہ جاتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ انہیں اپنی نجی مجلسوں تک محدود رکھتے ہیں اور ان کا اظہار اخبارات کے منتظمین پر نہیں کرتے، مدیران جرائد کو نہ شخصی ملاقاتوں کے ذریعے اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے نہ ان کے پاس اس موضوع کا کوئی خط پہنچتا ہے اور نہ کسی اور طریقے سے انہیں اس طرز عمل پر متنبہ کیا جاتا ہے۔

ہماری گزارش یہ ہے کہ اگر آپ اخبارات کی اس روش کو برا سمجھتے ہیں، اگر آپ کے نزدیک صحافت کا یہ طرز عمل ہماری نوخیز نسل کو خراب کررہا ہے اور آپ کو ان ناپختہ ذہنوں پر کوئی ترس آتا ہے تو اپنے ان جذبات کو اپنے تک محدود رکھنے کے بجائے صحافت کے ارباب حل وعقد تک پہنچائیے، ان سے ملاقات کے لئے شہریوں کے وفود بنائیے، انہیں خطوط لکھئے اور ان سے مطالبہ کیجئے کہ وہ اس طرز عمل سے باز آئیں اس کام کو صرف علماء اور دینی اداروں کے حوالے کرکے مطمئن ہوجانا کسی طرح آخرت کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (۲۳؍ فروری ۱۹۷۶ء)

مرزا قادیانی کا تعارف و کردار

(۱۴)

حافظ عبیداللہ

"اور اسرار قدرت الٰہی میں سے ایک یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب ایک گلہری کو پتھر یا سونے سے مارا جائے اور وہ بظاہر بالکل مر جائے تو اگر اس کے سر کو گوبر میں دبایا جائے تو چند منٹ میں وہ زندہ ہو کر بھاگ جاتی ہے، کبھی بھی اگر پانی میں مر جائے تو وہ بھی زندہ ہو کر پرواز کر جاتی ہے...... الخ"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن:۲۳، ص:۱۷۱)

"اور بعض درختوں کے پھل جب پختہ ہوتے اور کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں تو وہ سب کے سب پرندے بن جاتے ہیں اور دوسرے پرندوں کی طرح پرواز کرتے ہیں جیسا کہ گولر کا پھل بھی اسی طرح کا ہے۔"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن:۲۳، ص:۳۴۳)

صرف عورت کے نطفے سے (بغیر باپ کے) بچہ پیدا ہونا:

مرزا قادیانی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خدا واسطے کا بیر تھا، وہ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اُن کا بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہونا ایک معجزہ، خلاف عادت اور انوکھا واقعہ تھا، بلکہ مرزا قادیانی لکھتا ہے: "باپ کے بغیر بچے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ہر قوم میں اس کی مثالیں پائی جاتی ہیں، اس میں کوئی انوکھی بات نہیں۔"

مرزا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

"فان الانسان قد یتولد من نطفۃ الامراۃ وحدھا ولو علی سبیل الندرۃ ولیس ھو بخارج من قانون القدرۃ، بل لہ نظائر وقصص فی کل قوم"... انسان کبھی صرف عورت کے نطفے سے بھی پیدا ہو جاتا ہے، اگرچہ یہ بات نادر ہی کیوں نہ ہو اور یہ قانون قدرت سے خارج نہیں بلکہ ہر قوم میں اس کی نظیریں پائی جاتی ہیں...

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن:۱۶، ص:۸۶ حاشیہ)

نذرانے، گمنام منی آرڈر اور مال و دولت کو اپنی سچائی کا نشان بتانا:

ایک وقت آیا کہ مرزا قادیانی کے پاس نامعلوم ذرائع سے نذرانے آنے شروع ہو گئے اور مرزا جی روپوں میں کھیلنے لگے، دولت کی اس فراوانی کو مرزا نے اپنی سچائی کا نشان بنا کر پیش کیا، چنانچہ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں "بائیسواں نشان" کے عنوان کے تحت یوں لکھا:

"مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اٹھاتا اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے، اس نے ایسی میری دستگیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے اور شاید اس سے زیادہ ہو کم نہ ہو۔" اس کے نیچے حاشیہ میں لکھا کہ: اگرچہ منی آرڈروں کے ذریعے ہزارہا روپے آچکے ہیں مگر اس میں زیادہ وہ ہیں جو خود مخلص لوگوں نے آ کر دیئے اور جو خطوط کے اندر نوٹ آئے اور بعض مخلصوں نے نوٹ اور سونا اس طرح بھیجا جو اپنا نام بھی ظاہر نہیں کیا اور مجھے اب تک معلوم نہیں کہ ان کے نام کیا کیا ہیں؟"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن:۲۲، ص:۲۲۱)

دوستو! اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کے دل ودماغ میں مال ودولت اور دنیا کی محبت وچاہت نہیں ہوتی اور نہ ہی انہیں ایسے خواب آتے ہیں یا الہام ہوتے ہیں کہ اتنا روپیہ آنے والا ہے، ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات کئی کئی دن گھر میں آگ نہ جلتی تھی، صرف کھجوروں پر گزر بسر ہوتی تھی، لیکن مرزا قادیانی کو خواب میں بھی ایسے فرشتے نظر آتے تھے جو دونوں ہاتھوں سے روپے بھر کر مرزا کی جھولی میں ڈالتے تھے اور وہ روپے اتنے ہوتے تھے کہ مرزا انہیں گن نہیں سکتا تھا۔ (تذکرہ، ص:۴۲۵، طبع چہارم) اس کا خدا اسے پہلے ہی الہام کر کے بتا دیتا تھا کہ اتنا روپیہ آنے والا ہے۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

"یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کی مجھ سے یہ عادت ہے کہ اکثر جو نقد روپیہ آنے والا ہو یا اور چیزیں تحفے کے طور پر ہوں ان کی خبر قبل از وقت بذریعہ الہام یا خواب مجھ کو دے دیتا ہے اور اس قسم کے نشان پچاس ہزار سے زیادہ ہوں گے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن:۲۲، ص:۳۴۶)

نوٹوں کے تھیلے:

مرزا قادیانی کا ایک مرید خاص تھا جس کا نام حافظ حامد علی تھا جو مرزا کے گھر کا سودا سلف خرید کر لایا کرتا تھا، اس کی بیوہ رسول بی بی کی ایک روایت مرزا بشیر احمد نے ذکر کی ہے کہ:

"میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ حافظ صاحب تھیلوں کے تھیلے روپوں کے لایا کرتے تھے، جن

کی حفاظت رات کو مجھے کرنی پڑتی تھی۔"

(سیرت المہدی، ج:۲، حصہ چہارم، ص:۱۱۷، روایت نمبر ۱۱۴۵ نیا ایڈیشن)

مرزا کی مرغی بھی چندے کی اپیل کرتی ہے:

"۲؍دسمبر ۱۹۰۵ء ایک رویا اور ایک الہام: دیکھا کہ ایک دیوار پر ایک مرغی بیٹھی ہے، وہ کچھ بولتی ہے، سب فقرات یاد نہیں رہے مگر آخری فقرہ جو یاد رہا یہ تھا: "ان کنتم مسلمین"... اگر تم مسلمان ہو... اس کے بعد بیداری ہوئی۔ یہ خیال تھا کہ مرغی نے یہ کیا الفاظ بولے ہیں، پھر الہام ہوا: "انفقوا فی سبیل اللہ ان کنتم مسلمین"... اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اگر تم مسلمان ہو... فرمایا کہ مرغی کا خطاب اور الہام کا خطاب ہر دو جماعت کی طرف تھے۔ دونوں فقروں میں ہماری جماعت مخاطب ہے، چونکہ آج کل روپیہ کی ضرورت ہے، لنگر میں بھی خرچ بہت ہے اور عمارت پر بھی بہت خرچ ہو رہا ہے، اس واسطے جماعت کو چاہئے کہ اس حکم پر توجہ کریں۔"

(ملفوظات، ج:۴، ص:۵۸۲)

مرزا کا معجزہ، ڈاک کے ذریعے روپیہ آنا:

مرزا قادیانی نے اپنے نذرانوں اور منی آرڈروں کو اپنا معجزہ بتایا اور لکھا:

"مجھے صرف اپنے دسترخوان اور روٹی کی فکر تھی مگر اب تک اس نے کئی لاکھ آدمی کو میرے دسترخوان پر روٹی کھلائی۔ ڈاکخانہ والوں کو پوچھو کہ کس قدر اس نے روپیہ بھیجا؟ میری دانست میں دس لاکھ سے کم نہیں، اب ایمانًا کہو کہ یہ معجزہ ہے یا نہیں؟" (نزول مسیح، روحانی خزائن:۱۸، ص:۴۹۶ حاشیہ)

مرزا قادیانی کی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد:

مرزا قادیانی نے پنجاب اور ہندوستان کے پادریوں کو مخاطب کرتے ہوئے مورخہ ۱۴؍ستمبر ۱۸۹۶ء کو ایک اشتہار شائع کیا، اس کے اندر ایک جگہ لکھا:

"اگر میری تائید میں خدا کا فیصلہ نہ ہو تو میں اپنی کل املاک منقولہ وغیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کی قیمت سے کم نہ ہوگی عیسائیوں کو دے دوں گا۔" (مجموعہ اشتہارات، ج:۲، ص:۲۵۱)

اگر ہم محتاط اندازے کے مطابق اس وقت کے دس ہزار روپے کو ایک آنہ ایک سیر گوشت کی قیمت کو سامنے رکھتے ہوئے اور آج ایک سیر گوشت کی قیمت صرف ۳۰۰ روپے فرض کرکے حساب کریں تو آج کے حساب سے اس وقت کے دس ہزار روپے کی مالیت چار کروڑ اسی لاکھ روپے بنتی ہے۔ (مرزا نے اپنی اس دس ہزار روپیہ مالیت کی جائیداد کا ذکر براہین احمدیہ حصہ اول، روحانی خزائن:۱، ص:۲۸ پر بھی کیا ہے)۔

(جاری ہے)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ

مکمل علاج، مکمل خوراک

قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام

فیصل

معجون قوتِ اعصاب زعفرانی

33 اجزاء کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پر کیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران، جائفل، نارمشک، مغز بندق، آرد خرما، جوہر آہن، مصطگی، جلوتری، بچ، مغز حلوہ، سنگھاڑا، کشتہ چاندی، مروارید، دار چینی، اکر، الائچی خورد، بیج کا گچ، شگوفہ اذخر، ورق طلاء، لونگ، مائیں، الائچی کلاں، بیج ... ، ورق نقرہ، گوند کیکر، جڑ موگلے، ترنجبین، ماجو، مغز چلغوزہ، مغز بادام، رس کونگی، بہمن سفید، گوند کتیرہ — 33 اجزاء

معجون تسکین دل

دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے

☆ دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
☆ جگر و معدہ کی اصلاح کرکے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
☆ عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔

قیمت 1200 روپے

وزن 500 گرام

آب سیب، آب انار، آب ادرک، ورق نقرہ، تخم خرفہ، آب بہی، آب لیمن، شہد خالص، بہمن سفید، عود ہندی، زعفران، مروارید، ورق طلاء، کشنیز، بادرنجبویہ، ابریشم، گل سرخ، گل نیلوفر، تخم کاہو، درونج عقربی، صندل سفید، طباشیر، آملہ، جوہر مرجان، مغز تربوز، گل گاؤزبان، الائچی خورد، کہربائی، بہمن سرخ

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577

فیصل FOODS ستارہ پلازہ ڈی گراؤنڈ پیپلز کالونی فیصل آباد

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ کا پُرشکوہ ماڈل
آیئے.... اس زیر تعمیر منصوبہ کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیجئے
0331-2012341, 0302-6961841